مارچ 2008

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

دوسرا مجرم

ناول نمبر 753

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

دوسرا مجرم

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	دوسرا مجرم
نمبر	753
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	45روپے

اطلاع عام

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: دوسرا مجرم حاضر ہے... وصول کر لیجیے، معلوم نہیں، اس سے مل کر آپ کو کوئی خوشی ہوتی ہے یا نہیں... مجرموں سے مل کر خوشی ہوا بھی نہیں کرتی۔ اس بار کا مجرم پورے ناول میں آپ کی نظروں سے اوجھل رہے گا... میرا مطلب ہے... آپ اسے پہچان نہیں پائیں گے... یہ دعویٰ نہیں، صرف ایک خیال ہے جو حرف غلط کی طرح غلط بھی ہو سکتا ہے... آپ بھی تو آخر میرے قاری ہیں... اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں... اب میرے دعوے کے بعد اگر آپ نے کہیں ناول کے مجرم کو پہچان لیا تو آپ تو اڑائیں گے میرا خوب مذاق... کہیں گے بڑا بنا پھرتا ہے ناول نگار ... اور چلا تھا دعوے کرنے... ہم تو اس ناول کے نصف میں ہی ناول کے مجرم کو جان گئے تھے...

جی ہاں! پھر مجھے اس قسم کے خطوط ملتے ہیں... اس لیے میں نے پہلے ہی وضاحت کر دی کہ یہ صرف میرا خیال ہے... دعویٰ نہیں...

آپ ناول کو خالص جاسوسی ناول پائیں گے... اس قسم کے ناولوں کی مجھ

سے اکثر فرمائش کی جاتی ہے... اب اتفاق دیکھیے کہ اس بار فرمائش صاحبہ موصول نہیں ہوئیں... ناول ذہن میں آ گیا اور یہ اچھا ہی ہوا... اگر کہیں پہلے فرمائش آ جاتی تو سر پکڑ کر بیٹھنا پڑتا کہ اب لکھیے جاسوسی ناول... ایسا ناول جس میں مجرم کا دور دور تک پتا نہ ہو... اور پڑھنے والے چکر کھاتے رہ جائیں...

سو میں سر پکڑنے سے بال بال بچ گیا... اب چاہے آتیں رہیں فرمائشیں... لیجیے اب آپ ناول شروع کر دیں... ورنہ یہ دو باتیں بور ہو جائیں گی...!

گڑھا

"یار! ذرا دیکھنا... سڑک کے بائیں طرف درختوں کے جھنڈ میں وہ کیا چیز پڑی ہے۔" محمود کی آواز نے فاروق کو چونکا دیا... وہ اس وقت سڑک کے دوسری طرف متوجہ تھا... اس طرف چند بہت خوب صورت پرندے اپنی اپنی آوازیں نکال رہے تھے...

صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سیر کے لیے نکلنا ان کا روز کا معمول تھا، لیکن آج وہ اپنے پرانے راستے کو چھوڑ کر ایک نئے راستے پر ہو لیے تھے... دن کا اجالا لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا... اور محمود کو دور پڑی کوئی چیز تو نظر آ گئی تھی... لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ معلوم نہ ہو سکا، وہ کیا چیز ہے... فاروق کی طرف سے جواب نہ ملنے پر اس نے پہلے تو برا سا منہ بنایا، پھر اس کی طرف دیکھا:

"کہاں کھو گئے... میں نے تم سے کچھ کہا تھا۔"

"اوہ... میں سن نہیں سکا... ان پرندوں کی بولیاں سن رہا تھا۔"

"اس طرف... وہ کیا چیز ہے۔"

اب فاروق نے بھی اس سمت میں دیکھا... پھر مسکرا دیا:

"زمین میں گاڑی گئی رائفل ہے... جس کی نال زمین سے باہر ہے۔"

"دھت تیرے کی... یار تمہاری آنکھیں ہیں یا بٹن۔" محمود جھلا اٹھا۔

"اگر میری آنکھیں بٹن ہیں تو پھر تم مجھے اس طرف دیکھنے کے لیے کیوں کہ رہے ہو۔" فاروق کی آواز میں شوخی در آئی۔

"اچھا اب نہیں کہوں گا تم سے... کہ ادھر دیکھو۔"

"تمہارے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے، میں خود دیکھ لوں گا۔"

یہ کہ کر فاروق نے بغور اس کی طرف دیکھا... پھر بولا:

"یہ کوئی ڈنڈا ہے... زمین گاڑا گیا ڈنڈا۔"

"تم سے اوٹ پٹانگ جواب کے علاوہ کسی اور جواب کی امید رکھنا فضول ہے۔" محمود نے تنگ آ کر کہا اور اس طرف قدم اٹھا دیے۔

"میں نے تم سے کبھی نہیں کہا کہ مجھ سے اس قسم کی امید رکھو..." فاروق نے ہانک لگائی... پھر فوراً ہی بولا۔

"اور دیکھو... وہاں کوئی ایسی ویسی چیز نہ دیکھ لینا... نظر آ ہی جائے تو فوراً آنکھیں بند کر کے اس طرف آ جانا... اس لیے کہ یہ سیر کا وقت ہے... کیس کا نہیں۔"

"اوہو بھئی! مفت میں کوئی کیس مل جائے تو کیا بُرا ہے... تم نے سنا نہیں... مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے۔" محمود نے بھی خوش گوار موڈ میں کہا۔

"تم تو اس طرح کہ رہے ہو جیسے آج سے پہلے ہم کیس مول لیتے رہے ہیں... شوکی برادرز کی طرح۔" فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

"اب تم سے کون مغز مارے۔" محمود نے بھنا کر کہا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگا پھر اس کی ہلکی سی آواز ابھری۔

"ارے یہ تو کدال ہے۔"

"کدال۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! کوئی کسان یہاں چھوڑ گیا... غالباً وہ بھول گیا۔"

"چلو چھٹی ہوئی... اللہ کا شکر ہے، کوئی کیس گلے نہیں پڑا... اب تم ادھر آ جاؤ... تا کہ ہم اپنی باقی ماندہ سیر پوری کر سکیں۔"

"مشکل ہے۔" محمود کی آواز ابھری۔

"یہ باقی ماندہ سیر کرنے میں مشکل کہاں سے آ کودی... اور مشکل کو آ کودنے کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا اوٹ پٹانگ جملے بول رہے ہو... کیا آج کے دن کوئی ڈھنگ کی بات نہ کرنے کی ٹھان کر گھر سے نکلے تھے۔"

"گھر سے تو میں تمہارے ساتھ نکلا تھا۔" فاروق کی آواز سنائی دی۔

"اس کدال کی یہاں موجودگی نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔" محمود بولا۔

"زبردستی کا کیس پیدا کرنے کی کوشش کی تو منہ کی کھاؤ گے... اور دن میں تارے نظر آ جائیں گے۔"

"زبردستی تو تم کر رہے ہو۔" محمود جل گیا۔

"میں... بھلا میں کیا زبردستی کر رہا ہوں۔" فاروق چونکا۔

"جملوں میں محاورات ٹھونسنے کی۔"

"اوہ اچھا... خیر اب آ جاؤ... یہ ایک سیدھی سادی اور شریف کدال ہے... اس بے چاری پر کوئی جرم ثابت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا... الٹا مخالف لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے... کہیں گے... انہیں دیکھو... پہلے مجرموں کے پیچھے پڑے رہتے تھے... اب یہ کدالوں کے پیچھے پڑ گئے..."

"حد ہو گئی... بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہو۔"

"میں بات کو کہاں سے کہاں نہیں لے جا رہا... بات ہمیں کہیں کا کہیں لے جا رہی ہے... دیکھو نا... ہے کوئی تک... آخر اس الجھن میں کدال کہاں سے نکل آئی۔

"کیا کہا... الجھن میں کدال کہاں سے نکل آئی... میں سمجھا نہیں۔"

"زبان پھسل گئی... میرا مطلب تھا... اس کدال میں الجھن کہاں سے نکل آئی۔"

"اب تم ادھر آؤ تو کچھ بتاؤں بھی۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

آخر فاروق بھی کدال کے نزدیک پہنچ گیا... اس نے اسے نظر بھر کر دیکھا... پھر بولا:

"مجھے تو اس میں دور دور تک کوئی عجیب بات نظر نہیں آ رہی۔"

"کدال سے کام کرنے والوں اور کدال کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے... یہ ہو نہیں سکتا... کہ کوئی مزدور اپنی کدال جنگل میں بھول کر گھر چلا جائے... یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود کو جنگل میں چھوڑ جائے اور کدال گھر پہنچ جائے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اب تم نے جو یک مٹ پٹانگ بات کہ دی"

"بس پھسل گئی میری بھی بن تمہاری طرح۔"

اب دونوں نے سنجیدگی سے کدال کو دیکھا... پھر محمود نے کہا:

"یہ دیکھو فاروق یہاں ایک آدمی کے جوتوں کے نشانات بالکل واضح نظر آ رہے ہیں... رات ہلکی سی بارش ہوئی تھی... یہ نشانات اس کے بعد بنے ہیں... اور ذرا غور کرو... بارش رات بارہ بجے کے قریب ہوئی تھی... رات گئے کوئی یہ کدال لے کر یہاں سے کیوں گزر رہا تھا بھلا؟"

"اس سے پوچھ کر بتا دوں گا..." فاروق جھلا اٹھا۔

"کدال یہاں گرا کر وہ شہر کی طرف گیا ہے... اس کے قدموں کے نشانات نظر آ رہے ہیں اور جس طرف سے وہ آیا ہے... اس طرف بھی نشانات موجود ہیں... تو کیوں نہ ہم اس طرف چل کر دیکھیں... جس طرف سے وہ آیا ہے... کیا خبر... وہ کوئی چیز دفن کرنے کے لیے اس طرف آیا تھا... دفن کے بعد کچھ دور آ کر اس نے کدال یہاں گرا دی... کیونکہ اب اس کدال کی ضرورت نہیں رہی تھی... اور کدال سمیت وہ شہر جانا نہیں چاہتا تھا..."

"یہ سب خیالی باتیں ہیں... یہ کدال کسی کسان کی ہے... وہ اسے یہاں بھول کر چلا گیا۔"

"جی نہیں... یہ بات ناممکن ہے اور میں ثابت کر سکتا ہوں۔" محمود پر جوش سوار ہونے لگا۔

"ثابت کر سکتے ہو؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"ہاں! میں ثابت کر سکتا ہوں کہ یہ بات ناممکن ہے۔"

"کرو پھر ثابت۔"

"سنو! اس طرف بھی قدموں کے نشانات ہیں اور اس طرف بھی... یہاں کہیں کسی وجہ سے رکنے کے نشانات نہیں ہیں... مثلاً ایک شخص کدال کندھے پر رکھے چلا آ رہا ہے... اچانک اسے رفع حاجت کی ضرورت پیش آ جاتی ہے... اب وہ کدال کو یہاں رکھ کر کسی درخت کی اوٹ میں رفع حاجت کرتا ہے... اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کدال یہاں بھول کر چلا گیا... لیکن ایک شخص کدال کندھے پر رکھے چلا آ رہا ہے... وہ بلاوجہ اپنی کدال یہاں رکھ کر کیوں آگے چلا گیا... اس بات کا جواب تم دے دو۔"

”میرا دماغ نہیں خراب کہ اس فضول سوال کا جواب دوں... تمہیں زیادہ ضرورت ہے نا... تو تم خود ہی جواب دو۔“

”دے تو دیا ہے... ایسا بلاوجہ نہیں ہوا... یہ کدال یہاں بلاوجہ نہیں پڑی ہے... اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے... اور اس وجہ پر ہمیں غور کرنا ہوگا۔“

”کوئی اور وجہ بچ گئی ہو تو وہ بھی شامل کر لیتے جملے میں۔“ فاروق جلے کٹے انداز میں بولا۔

”میں اس طرف جا رہا ہوں... جس طرف سے وہ آیا تھا... تمہیں نہیں آنا تو یہیں ٹھہر کر میرا انتظار کرو۔“

”اب میں انتظار کر کے کیا کروں گا۔“ اس نے بُرا سا منہ بنایا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

دونوں قدموں کے ساتھ ساتھ چلنے لگے... اس طرح انہیں تقریباً پندرہ منٹ تک چلنا پڑا... پھر اچانک محمود کے اٹھتے قدم رک گئے۔ اس کے منہ سے نکلا:

”ارے یہ کیا؟“

☆☆☆

نشانات

اس جگہ کئی آدمیوں کے جوتوں کے نشانات موجود تھے... اور زمین کھودی گئی تھی... زمین کھودنے کے بعد گڑھا پر کر دیا گیا تھا:

”یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔“ فاروق نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

”ہم ایک ایسی جگہ دیکھ رہے ہیں... جو کھودی گئی ہے اور کھودنے کے بعد اس جگہ کو پُر کر دیا گیا ہے۔“

”میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا... بلاوجہ کیس مول نہ لو... لیکن تم نے میری بات نہیں مانی... اب بھگتو۔“ فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

”لیکن فاروق تم نے غور نہیں کیا۔“

”اچھی بات ہے... میں ابھی غور شروع کر دیتا ہوں۔“

”اوہو! یہ پوچھا نہیں کہ کس بات پر غور کرنا ہے اور غور شروع کر دیا... یار آج تم عقل گھر تو نہیں رکھ آئے۔“

”یاد نہیں۔“

”کیا یاد نہیں۔“

”یہ کہ عقل گھر چھوڑ آیا ہوں یا ساتھ لے آیا تھا۔“

”اب تم سے کون مغز مارے۔“

"تم... کیونکہ تمہارے علاوہ یہاں ہے کون۔"

"سنو... ہم نے سارے راستے صرف ایک آدمی کے قدموں کے نشانات دیکھے ہیں... تو یہاں آتے ہی یہ نشانات کئی آدمیوں کے کیوں ہو گئے۔"

"اللہ کا حکم!" فاروق فوراً بولا۔

محمود اسے گھور کر رہ گیا... پھر کہنے لگا:

"اس کا مطلب جانتے ہو؟"

"بالکل نہیں جانتا۔"

"یہاں کئی آدمی موجود تھے... انہوں نے گڑھا کھودا، کوئی چیز اس گڑھے سے نکالی یا اس میں کوئی چیز دفن کی... پھر وہ یہاں سے سڑک کی طرف مڑ گئے... کیونکہ سڑک پر ان کی کار کھڑی تھی... تاہم انہوں نے ایک ساتھی کو کدال جنگل میں پھینک آنے کے لیے کہا... باقی لوگ کار میں بیٹھ گئے... ان کا ساتھی کچھ آگے جنگل میں گیا... تاہم وہ سڑک سے دور نہیں ہوا... اور پھر کدال پھینک کر سڑک پر چلا گیا... وہاں اس کے ساتھی انتظار کر رہے تھے... وہ ان کے ساتھ بیٹھا اور چلا گیا..."

"ہوں! بات کچھ کچھ دل کو لگتی ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"لیکن کچھ کچھ کیوں... مکمل طور پر دل کو کیوں نہیں لگی۔"

"پتا نہیں کیوں مکمل طور پر نہیں لگی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"خیر! اتنا بھی بہت ہے... ویسے دیکھا جائے تو اس کے سوا کوئی اور بات تو ہو بھی نہیں سکتی... اچھا چلو... تم بتا دو... اور کیا امکان ہو سکتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے... مجھے دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔" فاروق

"امکان نظر نہیں آ رہا تو بات پوری دل کو کیوں نہیں لگی رہی۔"

"یار تم تو بال کی کھال اتارنے لگے... اس بات کو چھوڑ کر اصل بات کی طرف کیوں آتے۔" فاروق جھلا اٹھا۔

"اچھی بات ہے... یونہی سہی... اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یا تو یہاں کوئی چیز دفن کی گئی ہے... یا یہاں سے کوئی دفن شدہ چیز نکالی گئی ہے۔"

"چلو یہ بات بھی مان لیتا ہوں... تم تو آج باتیں منوانے پر تل گئے۔"

فاروق جھلا اٹھا۔

"اب سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں۔"

"فون... متعلقہ تھانے کو... پولیس کے آنے سے پہلے ہمیں خود کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے... کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔"

"بالکل ٹھیک... تم نے میرے منہ کی بات چھین لی۔"

"بھائی اتنا جھوٹ تو نہ بولو۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"میں فون کر رہا ہوں۔"

اس نے متعلقہ پولیس اسٹیشن کے نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر بولا:

"شمالی سڑک کے دوسرے ہی میل پر... ایک گڑھا کھود کر یا تو کسی کو دفن کیا گیا ہے... یا یہاں سے کوئی دفن شدہ چیز نکالی گئی ہے۔"

"پہلے یہ بتائیں... آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"میرا نام محمود احمد ہے... میں اور میرے بھائی اس طرف سیر کے لیے آئے تھے... کہ یہ بات سامنے آ گئی۔"

"آپ دونوں وہیں ٹھہریں... ہم آ رہے ہیں... اگر وہ جگہ سڑک سے اتر کر کہیں درختوں کے درمیان ہے تو آپ سڑک کے کنارے آ کر کھڑے ہو

جائیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"اور دیکھیں... غائب ہونے کی کوشش نہ کریں... میں انسپکٹر شاہین راجہ ہوں..."

"شکریہ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"شکریہ! آپ واقعی ذمے دار شہری ہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا۔

اور پھر بیس منٹ بعد پولیس کی دو گاڑیاں وہاں آ کر رکیں... وہ پہلے سڑک کے کنارے آ چکے تھے... ان کے ہاتھ کا اشارہ پا کر ہی گاڑیاں رکی تھیں... پولیس انسپکٹر شاہین راجہ فوراً جیپ سے اتر آیا... وہ انہیں نہیں پہچانتا تھا... اور وہ بھی اسے پہلی بار دیکھ رہے تھے... شاید وہ شہر میں نیا آیا تھا:

"تو تم ہو... جنہیں وہ گڑھا نظر آیا ہے۔"

"جی ہاں! محمود بولا۔

"چلو دکھاؤ... کہاں ہے، وہ گڑھا... ویسے لگتا ہے... تم شرارت کے موڈ میں ہو۔"

"اگر ہمارا شرارت کا پروگرام ہوتا تو ہم فون کرنے کے بعد یہاں کیوں ٹھہرتے۔"

"ہاں! یہ تو ٹھیک ہے... خیر چلو۔"

وہ اسے گڑھے کے پاس لے آئے... اس نے پہلے تو گڑھے کو غور سے دیکھا، پھر اپنے ماتحتوں کو حکم دیا:

"کھودو بھئی... اور ذرا احتیاط سے۔"

انہوں نے گڑھا کھودنا شروع کر دیا... اچانک ان کے منہ سے نکلا:

"بس... سر... سر یہ دیکھیے۔"

انسپکٹر شاہین لپک کر گڑھے کی طرف آیا... محمود اور فاروق بھی لپکے... اور پھر ان کے جسموں میں سنسنی دوڑ گئی... کیونکہ ایک انسانی ہاتھ نظر آیا تھا:

"باپ رے... لگتا ہے... یہاں کوئی لاش دفن کی گئی ہے۔" انسپکٹر شاہین نے سرسراتی آواز میں کہا... اور ساتھ ہی اس کی نظران دونوں پر جم گئی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"تو یہ تمہارا کام ہے۔"

"پہلے لاش نکلوا لیں... پھر دیکھیے گا، یہ کس کا کام ہے۔"

"اچھی بات ہے... فرار ہونے کی کوشش نہ کرنا... ان کا دھیان رکھنا بھئی۔" اس نے اپنے دو ماتحتوں سے کہا... وہ گڑھا کھودنے کا کام نہیں کر رہے تھے۔

"او کے سر... آپ فکر نہ کریں۔"

"فرار ہونا ہوتا تو ہمارے پاس بہت وقت تھا... بلکہ اس صورت میں ہم آپ کو فون بھی کیوں کرتے۔"

"اچھا باتیں نہ بناؤ۔" وہ جھلا اٹھا۔

"آپ کا بس چلے تو شاید ہمیں اس لاش کے قاتل کی حیثیت سے گرفتار کر کے چھوڑیں۔"

"اگر میں نے محسوس کیا کہ یہ کام تم دونوں کا ہے تو میں ایسا ضرور کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر اس کے ماتحتوں نے لاش کو گڑھے سے نکال لیا...

اب کانسٹیبلوں نے لاش کے چہرے سے مٹی ہٹائی... وہ سب لرز گئے... لاش کا چہرہ بُری طرح بگاڑا گیا تھا... اس کے ناک کان کاٹ دیے گئے تھے... ہونٹ بھی کاٹے گئے تھے اور دانت نظر آ رہے تھے... گالوں کو بھی خنجر سے چیر دیا گیا تھا... غرض لاش کا چہرہ بہت بھیانک منظر پیش کر رہا تھا...

"اُف مالک! یہ کام کسی بہت بڑے سنگدل کا ہے..." انسپکٹر شاہین راجہ کانپ گیا۔

ان کے چہروں کے رنگ بھی بدل گئے تھے... واقعی یہ کام کسی بے درد آدمی کا تھا... چند لمحے تک پریشانی کے عالم میں اس لاش کو دیکھتے رہنے کے بعد انسپکٹر شاہین راجہ نے کہا:

"اب ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" فاروق خوش ہو گیا۔

"آپ نے کس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا؟" انسپکٹر شاہین کا منہ بن گیا۔

"اس بات پر کہ آپ کم از کم ایک بات ضرور یقین سے کہہ سکتے ہیں۔"

اس کا منہ اور زیادہ بن گیا، پھر اس نے کہا:

"اور وہ ایک بات یہ ہے کہ کم از کم یہ جرم آپ نے نہیں کیا..."

"اگرچہ یہ بات اصول کے خلاف ہے... لیکن پھر بھی ہم پوچھنا چاہتے ہیں آپ یہ بات یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"آپ دونوں کے چہرے دیکھ کر یہ بات کہی جا سکتی ہے... کہ آپ ایسا بھیانک جرم کر ہی نہیں سکتے۔"

"شکریہ... چلیے! یہ بات ہم آپ کی مان لیتے ہیں۔"

"لیکن آپ اصول کے خلاف کون سی بات کہہ رہے تھے۔" انسپکٹر کے لہجے

میں حیرت تھی۔

"کسی بھی کیس میں... تمام متعلقہ آدمیوں کو شک سے بری نہیں کرنا چاہیے۔"

"کک... کیا مطلب... یہ کیا کہا آپ نے... یہ بات تو کوئی پولیس آفیسر ہی کہہ سکتا ہے۔"

"ہم اگرچہ پولیس آفیسر نہیں ہیں... لیکن۔" فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا۔" مارے بے چینی کے اس منہ سے نکلا۔

"لیکن ہم ہیں پولیس انسپکٹر کے بیٹے۔"

"ارے باپ رے... کک... کہیں آپ محمود اور فاروق تو نہیں ہیں۔"

"درست اندازہ لگا لیا آپ نے..." محمود مسکرایا۔

"اوہ اوہ... میں دراصل اس شہر میں نیا ہوں... ویسے یہاں آنے سے پہلے میں آپ لوگوں کا ذکر بہت سنتا رہا ہوں۔"

"ایک بار پھر شکریہ! اب میرا خیال ہے... ہمیں اس لاش کے کپڑوں پر سے بھی مٹی ہٹانی چاہیے... شاید اس کی جیبوں سے کوئی چیز مل جائے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک... چلو بھئی... یہ کام کرو۔" اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔

کام شروع ہو گیا... وہ دیکھتے رہے... ایسے میں فاروق جھکا اور مٹی کریدنے لگا... پھر سیدھا ہو گیا:

"تو آپ اس طرف سیر کے لیے آئے تھے۔"

"جی ہاں! سڑک کے کنارے سے ہمیں درختوں کے درمیان وہ کدال نظر

آئی... جس سے یہ گڑھا کھودا گیا تھا۔"

"کیا مطلب... وہ کدال کہاں ہے۔"

"وہ یہاں سے کچھ دور موجود ہے... ہم اسے وہیں چھوڑ آئے ہیں، کیونکہ اس پر قاتل کی انگلیوں کے نشانات ہو سکتے ہیں۔"

"پھر آپ دونوں یہاں کیسے پہنچے؟"

"رات بارہ بجے کے بعد ہلکی سی بارش ہوئی تھی... اس لیے قاتل کے جوتوں کے نشانات بالکل صاف نظر آ رہے تھے... بس ہم ان نشانات کو دیکھتے یہاں تک آ گئے۔"

"ہوں..."

پھر جلد ہی انہیں بتایا گیا کہ مٹی ہٹا دی گئی ہے... وہ تیزی سے لاش کی طرف بڑھے۔ پھر انسپکٹر شاہین راجہ کے منہ سے نکلا:

"ارے... یہ... یہ تو کوئی قیدی ہے۔"

☆☆☆

فرش شناس

"قیدی!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اس کے جسم پر قیدیوں والا لباس ہے۔" انسپکٹر راجہ نے کہا۔

"اس سے یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ یہ کوئی قیدی ہی ہے... ہو سکتا ہے... اسے قتل کرنے کے بعد قیدی کا لباس پہنایا گیا ہو... کیونکہ چہرہ بگاڑنے کا مطلب یہی ہے کہ لاش کو پہچانا نہ جا سکے... یہی کام قاتلوں نے لباس تبدیل کر کے لیا ہے..."

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... اس بات کا زبردست امکان ہے، لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی قیدی ہی ہو۔"

"اس کی تصدیق تو ہم سپرنٹنڈنٹ جیل سے ابھی کر لیتے ہیں... ان دنوں اخبارات میں ایسی کوئی خبر سننے میں تو آئی نہیں کہ کوئی قیدی فرار ہوا ہے... پھر بھی ہم معلوم کر لیتے ہیں۔"

یہ کہ کر محمود نے سپرنٹنڈنٹ جیل کے نمبر ملائے... اور ان کی آواز سن کر بولا:

"انکل نمازی میں محمود بات کر رہا ہوں۔"

"کیا حال ہے محمود۔"

"الحمدللہ! سب خیریت ہے... فون یہ معلوم کرنے کے لیے کیا ہے کہ آج کل میں دس پندرہ دن کے اندر اندر کوئی قیدی جیل سے فرار تو نہیں ہوا۔"

"نہیں... چھ ماہ پہلے ایک قیدی فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا، لیکن ... اسے جلد ہی پھر گرفتار کر لیا گیا تھا... کیوں کیا بات ہے۔"

"ایک لاش ملی ہے... جسے آج ہی گڑھے میں دبایا گیا تھا... اس کے جسم پر قیدیوں کا لباس ہے۔"

"ایسا مغالطہ دینے کے لیے کیا گیا ہے... لباس کا رنگ وغیرہ بتانا ذرا۔"

محمود نے لباس کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا... سپرنٹنڈنٹ جیل فوراً بولے:

"لباس تو یہ جیل ہی کا ہے... لیکن ہماری جیل سے کوئی فرار نہیں ہوا۔"

"اچھی بات ہے... شکریہ انکل۔"

"جو بات بھی ثابت ہو... ذرا مجھے فون پر بتا دینا۔"

"آپ اس کی ضرورت کیوں محسوس کر رہے ہیں انکل۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"بب... بس ایسے ہی... جیل والے لباس کی وجہ سے الجھن محسوس کر رہا ہوں نا۔"

"اوہ اچھا خیر... ہم آپ کو بتا دیں گے۔"

"شکریہ!" انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اب دونوں انسپکٹر راجہ کی طرف مڑے:

"جیل سے کوئی قیدی فرار نہیں ہوا... جیل کا لباس کسی قیدی کے جسم پر سن کر وہ پریشان ہو گئے ہیں۔"

"لیکن کیوں بھلا..."

"پتا نہیں..."

"خیر دیکھا جائے گا... آپ اپنی کارروائی مکمل کر لیں... اور جو بات معلوم ہو، وہ ہمیں ضرور بتا دیجیے گا... اس سمت میں کانسٹیبل کو بھیج کر کدال منگو لیں... لیکن نشانات نہ مٹ جائیں... اس کا خیال رکھتے ہوئے کدال لائی جائے... اور اب ہمیں اجازت دیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ دونوں کا شکریہ... آپ بہت ذمے دار شہری ہیں... اور کیوں نہ ہوں... آخر بیٹے کس کے ہیں... انسپکٹر جمشید کے... آپ دونوں سے مل کر بہت زیادہ خوشی محسوس کر رہا ہوں۔"

"اللہ کا شکر ہے کہ آپ خوشی محسوس کر رہے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

پھر وہ واپس پلٹے... اب سیر تو جاری رکھ نہیں سکتے تھے... کیونکہ گھر لوٹنے کا وقت کب کا گزر چکا تھا... گھر پہنچے تو دروازہ فرزانہ نے کھولا... اس کی تیز نظریں ان دونوں پر جم سی گئیں:

"راستے میں کسی کیس سے ملاقات ہو گئی تھی کیا... ارے... اوہ یہ کیا... کوئی گڑھا تو نہیں کھودتے رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟" دونوں بوکھلا اٹھے۔

"اپنے جوتے دیکھو... دھول سے لدے ہوئے ہیں... اور جب تم سیر سے واپس آتے ہو تو جوتوں کا یہ حال نہیں ہوتا۔"

"کیا... کہہ رہی ہیں۔"

انہوں نے اپنے والد کی تیز آواز سنی... وہ اپنی بات بھول کر ان کی

طرف متوجہ ہو گئے اور ان کی طرف لپکے... انسپکٹر جمشید فون پر کسی کی بات سن رہے تھے اور ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا... آخر انہوں نے فون رکھ دیا پھر کہا:

"اچھا... میں ابھی کوشش شروع کرتا ہوں... آپ فکر نہ کریں۔"

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے... اور ان دونوں کو دیکھ کر چونک اٹھے...

"تم نے کیا کہا تھا فرزانہ ان سے۔"

"یہ کہا تھا... کیا کوئی گڑھا کھود کر آ رہے ہو۔"

"میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں..."

"جی کیا مطلب؟"

"جلدی بتاؤ... کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ... کیونکہ میں بہت پریشان ہوں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" محمود نے کہا اور پھر ساری روداد انہیں سنا دی... اس کے خاموش ہونے پر وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے... اور باہر کی طرف لپکتے ہوئے بولے:

"آؤ۔"

جلد ہی وہ جیپ میں بیٹھے جنگل کی طرف اڑے جا رہے تھے... ساتھ ہی انہوں نے انسپکٹر شاہین کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر بولے:

"انسپکٹر شاہین صاحب... میں انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں... آپ ابھی ذرا یہیں ٹھہریں... میں آ رہا ہوں... صرف چند منٹ میں آپ تک پہنچ جاؤں گا ان شاء اللہ۔"

"جی اچھا۔" دوسری طرف سے حیرت کے عالم میں کہا گیا۔

"خیر تو ہے ابا جان۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"نہیں۔" وہ بولے۔

"آپ کا مطلب ہے... خیر نہیں ہے۔"

"ہاں! ایسا ہی لگتا ہے۔"

"آپ فون پر کس سے باتیں کر رہے تھے۔"

"انسپکٹر ثاقب حجازی کی بیوی سے... انہوں نے بتایا ہے... رات انسپکٹر ثاقب گھر نہیں آئے... جب کہ پولیس اسٹیشن سے وہ رات کے دس بجے چلے آئے تھے... وہ رات بارہ بجے تک ان کا انتظار کرتی رہیں... لیکن وہ نہ آئے... موبائل پر بھی رابطہ نہ ہو سکا... تاہم وہ زیادہ پریشان اس لیے نہیں تھیں کہ ان کی ڈیوٹی ہی ایسی ہے... لیکن اب جب کہ صبح ہو چکی ہے... تو وہ پریشان ہو گئی ہیں... انسپکٹر ثاقب کو میں اس لیے بہت پسند کرتا ہوں... کہ وہ حد درجے ایمان دار اور فرض شناس انسپکٹر ہیں... اور فرض کے لیے جان دینے کے جذبات رکھتے ہیں... ان کی گم شدگی نے مجھے پریشان کر دیا ہے... ادھر تم دونوں کو ایک گڑھے سے لاش ملی ہے۔"

"لیکن ابا جان... وہ لاش کسی قیدی کی تھی۔"

"کیا مطلب... کیا اس کے جسم پر قیدیوں والا لباس تھا۔"

"جی ہاں۔"

"اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کوئی قیدی ہی تھا... ہو سکتا ہے... قاتلوں نے اسے قیدی کا لباس پہنا دیا ہو۔"

"جی ہاں! ہم نے یہ خیال ظاہر کر دیا تھا... اب مشکل یہ ہے کہ لاش کا چہرہ بالکل بگاڑ دیا گیا ہے۔"

"خیر... دیکھا جائے گا۔"

اور پھر وہ گڑھے تک پہنچ گئے... انسپکٹر شاہین راجہ ان کی طرف لپکے اور گرم جوشی سے مصافحہ کیا... اب انہوں نے لاش کا جائزہ شروع کیا...

"صرف چہرہ بگاڑا گیا ہے... ہاتھ پیر اور باقی جسم سلامت ہے... ہاتھ پیر دیکھ کر بیگم ثاقب فوراً بتا دیں گی... کہ یہ ان کے شوہر کی لاش ہے یا نہیں۔"

"جی... کیا مطلب... کون ثاقب؟" انسپکٹر شاہین راجہ نے بُری طرح چونک کر کہا۔

"انسپکٹر ثاقب حجازی رات سے اب تک گھر نہیں آئے... اور ان سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا۔"

"اوہ نہیں۔" انسپکٹر شاہین راجہ چلّا اٹھا۔

"آپ لاش کو گاڑی میں رکھوا لیں... ہم سیدھے ان کے گھر چلتے ہیں... ہم گاڑی ان کے دروازے پر روک لیں گے... وہ گاڑی میں آ کر لاش کو دیکھ لیں گی۔"

"جی بہتر! اللہ کرے یہ لاش انسپکٹر ثاقب کی نہ ہو۔" انسپکٹر شاہین بولے۔

"جب کہ میرا خیال ہے... یہ لاش انہی کی ہے۔" انسپکٹر جمشید غمگین انداز میں بولے۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆

کیا مطلب

انہوں نے پریشانی کے عالم میں دیکھا:

"آپ یہ بات یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"جیل سے ان دنوں کوئی قیدی فرار نہیں ہوا... اور بیگم ثاقب کا کہنا ہے، انسپکٹر ثاقب صاحب رات سے گھر نہیں آئے... شہر میں گم شدگی کی کوئی اور رپورٹ بھی نہیں ملی... ان حالات میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ لاش انسپکٹر ثاقب کی ہے۔"

"ہوں... لیکن سر... ان کے گھر والے لاش کو کس طرح پہچانیں گے بھلا۔"

"کم از کم بیوی ضرور پہچان سکتی ہے... صرف چہرہ بگاڑا گیا ہے... باقی جسم درست حالت میں ہے... اور لگتا ہے... گلے میں رسی ڈال کر یہ واردات کی گئی ہے... کیونکہ کسی جگہ گولی یا خنجر لگنے کا نشان نہیں ہے... بس چہرے پر شدید وار کیے گئے ہیں... لہٰذا بیوی ہاتھوں اور پیروں کو دیکھ کر فوراً بتا دے گی کہ لاش اس کے شوہر کی ہے یا نہیں۔"

"میں تو پھر کہوں گا... اللہ کرے، یہ لاش ان کی نہ ہو۔" انسپکٹر نے کہا۔

"آمین۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر وہ انسپکٹر ثاقب کے دروازے پر پہنچ گئے... اس قسم کے لمحات ان کے لیے ہمیشہ مشکل ثابت ہوتے تھے... ان کے اشارے پر انسپکٹر شاہین نے دستک دی۔ جلد ہی دروازہ کھلا اور باہر بہت سے لوگوں اور پولیس کی گاڑیوں کو دیکھ کر دروازے پر آنے والا دھک سے رہ گیا... وہ ایک بوڑھا تھا:

"مم... میرے بیٹے کا کچھ پتا چلا؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"آپ انسپکٹر صاحب کے والد ہیں۔"

"ہاں! مجھے جلدی بتاؤ۔"

"ہمیں ایک لاش ملی ہے..."

"نن... نہیں... نہیں وہ میرے بیٹے کی لاش نہیں ہو سکتی۔" وہ چیخ پڑا۔

اتنے میں گھر کے دوسرے افراد باہر آ گئے... ان میں بچے بھی تھے اور عورتیں بھی... ایک عورت نے تقریباً چیخ کر کہا:

"کہاں ہے لاش۔"

آئیے... آپ لوگ ایک نظر دیکھ لیں..."

گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا گیا... گھر کے افراد جلدی جلدی... گھبراہٹ کے شدید عالم میں گاڑی میں گھس گئے... وہ پولیس کی بڑی گاڑی تھی... سب اس میں آسانی سے چلے گئے، انہوں نے لاش کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا... دوسرے ہی لمحے وہ خوفناک حد تک کٹے پھٹے چہرے کو دیکھ کر چلا اٹھے... پھر بول اٹھے:

"نہیں... نہیں... یہ میرا بیٹا نہیں... یہ میرا شوہر نہیں... یہ ہمارے ابو نہیں۔" ان کی ملی جلی آوازوں نے ان کے دل ہلا کر رکھ دیے۔

"چہرہ بگاڑ دیا گیا ہے... اس لیے آپ لوگ غور سے دیکھیں... چہرے

کے بجائے جسم کے باقی حصوں کے ذریعے پہچاننے کی کوشش کریں۔" انسپکٹر جمشید نے باہر سے کہا۔

اب وہ لاش کے باقی جسم کا جائزہ لینے لگے... آخر ان کے رونے کی آواز ابھری:

"ہائے... میرا بیٹا... یہ تو ثاقب ہی ہے۔"

ان کے دل بیٹھنے لگے... انہیں بہت مشکل سے گاڑی سے نکال کر گھر میں لایا گیا... اور لاش کو ہسپتال پہنچایا گیا... کیونکہ پہلے پوسٹ مارٹم ہونا تھا:

"آؤ بھئی چلیں۔" انسپکٹر جمشید اداس لہجے میں بولے۔

"کہاں چلیں ابا جان۔" محمود کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"انسپکٹر ثاقب کے پولیس اسٹیشن... وہیں سے پتا چلے گا کہ وہ آج کل کس کیس پر کام کر رہے تھے۔"

ان کی جیپ پولیس اسٹیشن مراد آباد میں داخل ہوئی تو وہاں موجود عملہ چونک اٹھا... ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی... کیونکہ وہ سب انہیں پہچانتے تھے:

"سر! آپ... خیریت تو ہے۔" سب انسپکٹر دوڑ کر ان کی طرف آیا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"گویا آپ لوگوں کو معلوم ہی نہیں..." انسپکٹر جمشید نے حیرت ظاہر کی۔

"انسپکٹر صاحب کی گمشدگی کی طرف اشارہ ہے شاید آپ کا... ہمیں ابھی ابھی پتا چلا ہے... اور اب ہم ان کی تلاش کے سلسلے میں بھاگ دوڑ شروع کر رہے ہیں۔"

"ہوں... آپ کا نام۔"

"جی میں سب انسپکٹر وسیم طاہر نیازی ہوں۔"

"رات انسپکٹر ثاقب کس وقت یہاں سے گئے تھے۔"

"جی... دس بجے۔" اس نے بتایا۔

"وہ یہاں سے گھر کے لیے روانہ ہوئے تھے یا انہیں کہیں اور جانا تھا۔"

"انہوں نے مجھے یہی بتایا تھا... گھر جا رہے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"لیکن وہ گھر نہیں پہنچے..."

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"اس بات سے ہم کیا نتیجہ نکالیں... کیا آپ کچھ بتا سکتے ہیں..."

"ہم کوئی اندازہ لگانے کے قابل نہیں ہو سکے... جب سے یہ اطلاع ملی ہے... شدید پریشانی محسوس کر رہے ہیں اور شدید پریشانی نے ہی مجھے سوچنے کے قابل نہیں چھوڑا۔"

"ہوں... خیر... وہ آج کل کسی خاص کیس پر تو کام نہیں کر رہے تھے۔"

"جی ہاں! ان کے پاس سردار کالے خاں کا کیس تھا... اس کیس کے سلسلے میں وہ بہت بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔"

"سردار کالے خاں... وہ مشہور کاروباری شخصیت... جس کے بارے میں اخبارات بہت بڑی بڑی خبریں لگاتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں! اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"انسپکٹر ثاقب کا بھلا اس کے کسی کیس سے کیا تعلق... کیا اس کا گھر اس تھانے کو لگتا ہے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... اس کے خلاف جو رپورٹ بھی لکھوائی جاتی ہے... وہ ہمارے تھانے ہی میں لکھوائی جاتی ہے..."

"سردار کالے خاں کے خلاف جو رپورٹیں حال ہی میں درج کرائی گئی

ہیں وہ ذرا مجھے دکھا دیں۔"

"آئیے سر۔"

انہیں ایک الگ کمرے میں بٹھا دیا گیا... رپورٹوں والا رجسٹر ان کے سامنے رکھ دیا گیا اور سب انسپکٹر وسیم طاہر انہیں صفحات کھول کر دکھانے لگے... اس میں کئی بڑے بڑے لوگوں کی طرف سے یہ رپورٹ درج کرائی گئی تھی کہ سردار کالے خاں نے ان سے بہت بڑی بڑی رقمیں کاروبار میں لگانے کے لیے وصول کی ہیں... لیکن اب نہ تو وہ ان کی رقمیں واپس دینے کے لیے تیار ہے... نہ کوئی منافع دے رہا ہے، اس کا کہنا ہے کہ کاروبار میں بے تحاشہ نقصان ہو رہا ہے... آکر بے شک کھاتے چیک کر لیں۔ جب ان لوگوں نے کھاتے چیک کیے... ان کے مطابق واقعی بہت نقصان ہو رہا تھا... لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ سردار کالے خاں نے حساب کتاب میں بہت مہارت سے گڑبڑ کرائی ہے... عام آدمی اس گڑبڑ کا سراغ نہیں لگا سکتا... کوئی ماہر ترین اکاؤنٹنٹ ہی یہ کام کر سکتا ہے... لیکن وہ ان کے اکاؤنٹنٹ کو اپنے کسی رجسٹر کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتا... اس کا کہنا ہے... یہ سب اس کے خلاف سازش ہے... اس نے کھاتوں میں کوئی گڑبڑ نہیں کرائی... جس کا جی چاہے آکر دیکھ لے... جب ان لوگوں کے اکاؤنٹنٹ جاتے ہیں تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنا شروع کر دیتا ہے..."

"ہوں... خیر... میں اس سے مل لیتا ہوں... مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ انسپکٹر ثاقب کی گم شدگی میں اس کا ہاتھ ہے یا نہیں۔"

"جی بہتر۔" سب انسپکٹر وسیم طاہر بولا۔

"ان دنوں انسپکٹر ثاقب کسی اور خاص کیس پر تو کام نہیں کر رہے تھے۔"

"جی نہیں... اور یہاں ہر طرح امن چین ہے... پورے علاقے میں کوئی

گڑبڑ نہیں اور یہ سب انسپکٹر صاحب کی ان تھک محنت اور کوشش سے ہوا ہے... میں نے تو اپنی زندگی میں ان جیسا محنتی اور فرض شناس آدمی دیکھا نہیں۔"

"میں ان کے بارے میں جانتا ہوں... آج کے دور میں ان جیسے فرض شناس آفیسر بہت مشکل ملتے ہیں... کل جس وقت وہ یہاں سے روانہ ہوئے، اس وقت انہوں نے بتایا تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔"

"جی ہاں! وہ اپنے دن بھر کے کام نبٹا چکے تھے اور کافی تھکے تھکے لگ رہے تھے... انہوں نے بس اتنا کہا تھا... میں گھر جا رہا ہوں... کوئی خاص بات پیش آجائے تو فون کر دینا... یہ کہا اور چلے گئے۔"

"اور وہ گھر نہیں پہنچے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! یہ تو آج صبح معلوم ہوا ہے نا..."

"وہ یہاں سے گھر کس راستے سے جاتے ہیں۔"

"ان کا گھر..."

"وہ میں جانتا ہوں... بخاری کالونی میں ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں! یہاں سے بخاری کالونی جانے کے لیے... سرکلر روڈ سے جانا پڑتا ہے..."

"بالکل ٹھیک... ان کے یہاں سے جانے کے بعد اور صبح سے پہلے ان کی طرف سے کوئی پیغام ملا؟"

"جی نہیں۔" سب انسپکٹر وسیم طاہر نے انکار میں سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے... آؤ بھئی چلیں۔"

وہ پولیس اسٹیشن سے نکل کر سرکلر روڈ پر آ گئے... اب وہ انسپکٹر ثاقب حجازی کے گھر کی طرف جا رہے تھے:

"ہاں تو کیا خیال ہے تم تینوں کا۔"

"انسپکٹر ثاقب رات دس بجے تھانے سے گھر کی طرف روانہ ہوئے تھے... دس بجے سرکلر روڈ پر بہت ٹریفک رواں دواں ہوتی ہے... وہ تھے بھی اپنی پولیس جیپ میں... آخر یہ کیسے ہو گیا کہ وہ دشمنوں کے ہتھے چڑھ گئے... سنسان سڑک ہوتی تو ایک بات بھی تھی... اس صورت میں کہہ سکتے تھے کہ انہیں گھر پہنچنے سے پہلے ہی اغوا کر لیا گیا... کیونکہ انہیں ان کی جیپ میں تو گولی ماری نہیں گئی... جیپ سے اتار کر قتل کیا گیا... اور پھر لاش کو جنگل میں لے جا کر دفن کیا گیا..." فرزانہ نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ قاتل یا قاتلوں کو اتنی بھاگ دوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی... وہ انہیں جیپ میں ہی گولی مار کر فرار ہو جاتے..." محمود نے منہ بنایا۔

"مطلب یہ کہ ایسا نہیں ہوا..." فاروق بول اٹھا۔

"کیا مطلب... کیسا نہیں ہوا؟"

"وہ سرکلر روڈ سے گھر کی طرف تو گئے ہی نہیں... ان کی منزل کوئی اور تھی... لیکن جہاں وہ گئے... وہاں ان کے دشمن موجود تھے... بس وہ ان سے بھڑ گئے... اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے... فرض شناس پولیس آفیسر کے یوں بھی لوگ بہت مخالف ہوتے ہیں... خاص طور پر جرائم پیشہ لوگ... جرائم پیشہ لوگوں کو ایمان دار پولیس آفیسر ایک آنکھ نہیں بھاتے... اور یہی مسئلہ انسپکٹر ثاقب حجازی کا بھی تھا... وہ پولیس اسٹیشن سے گھر نہیں گئے... کسی اور کی طرف گئے... یہ بات تو طے ہے۔"

"تب پھر انہوں نے تھانے کے روزنامچے میں لکھا کیوں نہیں کہ کہاں جا رہے ہیں... یا حوالدار وسیم طاہر نیازی کو کیوں نہیں بتایا۔" فرزانہ بولی۔

"اس سلسلے میں ہم بھلا کیا رائے ظاہر کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید

مسکرائے۔

"مجھے تو اس معاملے میں گھماؤ پھراؤ محسوس ہو رہا ہے... مطلب یہ کہ یہ کیس سیدھا سادا ہرگز نہیں ہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے... آخر وہ انسپکٹر ثاقب کے گھر تک پہنچ گئے... یہاں فضا حد درجے سوگوار تھی... ابھی گھر والوں کو لاش بھی نہیں ملی تھی... ان حالات میں ان سے سوالات کرنا بھی ان کے لیے آسان نہیں تھا... لیکن وہ بھی مجبور تھے... دروازے کی اوٹ میں بیگم ثاقب نے ان کے سوالات کے جوابات دیے۔

"وہ رات پولیس اسٹیشن سے دس بجے روانہ ہوئے تھے... لیکن گھر نہیں پہنچے جب کہ روانہ گھر کے لیے ہی ہوئے تھے۔ آپ کو انہوں نے کوئی فون کیا تھا۔"

"کل انہوں نے فون نہیں کیا... جب کہ یہ ان کی خاص عادت تھی۔"

"کیا مطلب؟"

وہ چونکے:

☆☆☆

جھٹکا

"آپ کو کس بات پر حیرت ہوئی۔"

"اس بات پر کہ کل انہوں نے فون نہیں کیا اور یہ ان کی خاص عادت تھی... آپ نے یہی بتایا ہے نا۔"

"جی ہاں! جب وہ تھانے سے گھر کے لیے روانہ ہوتے تو فون ضرور کرتے تھے... اور کہتے تھے... گھر کے لیے روانہ ہو رہا ہوں... کچھ منگانا تو نہیں۔"

"ہوں... اور کل انہوں نے فون نہیں کیا۔"

"جی نہیں۔"

"تب پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھانے سے گھر کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ وہ اپنی روانگی کو خفیہ رکھنا چاہتے تھے... اسی لیے انہوں نے پولیس اسٹیشن میں یہ بتایا کہ وہ گھر جا رہے ہیں... جب کہ انہیں جانا تھا کہیں اور... اپنے ساتھیوں سے یہ بات چھپانے کے لیے انہوں نے یہی کہا کہ وہ گھر جا رہے ہیں... لیکن چونکہ انہیں ابھی گھر نہیں آنا تھا... اس لیے آپ کو فون نہیں کیا۔"

"ضرور یہی بات ہو گی۔" اندر سے آواز آئی۔

"آپ کو زحمت تو ہو گی... ہم ان کا ذاتی کمرہ دیکھنا چاہتے ہیں.."

"کوئی بات نہیں... میں کمرہ کھلوا دیتی ہوں..."

اور پھر وہ مقتول کے کمرے میں داخل ہوئے... کمرہ بہت سلیقے سے سجایا گیا تھا اور ہر چیز قرینے سے رکھی گئی تھی۔ میز پر انہیں سرکاری کاغذات بھی نظر آئے اور چند فائلیں بھی موجود تھیں... ایک الماری میں نئی اور پرانی چند ڈائریاں بھی نظر آئیں۔ انہوں نے ایک ایک چیز کا بغور جائزہ شروع کیا... انسپکٹر جمشید فائلوں اور دوسرے کاغذات کو دیکھنے لگے... فرزانہ نے نئی ڈائری سنبھال لی... محمود اور فاروق کمرے کی دوسری چیزوں کو دیکھنے لگے...

ایسے میں انہوں نے فرزانہ کی حیرت میں ڈوبی آواز سنی:

"اُف مالک! یہ دیکھیے... یہاں کیا لکھا ہے۔"

چاروں ڈائری پر جھک گئے... موجودہ تاریخ سے چند دن پہلے کی ایک تاریخ والے صفحے پر لکھا تھا۔ چند دن سے میں محسوس کر رہا ہوں... میرا برابر تعاقب کیا جاتا... لیکن میں اب تک تعاقب کرنے والے کو دیکھ نہیں سکا... جونہی میں رک کر پیچھے دیکھتا ہوں... تعاقب کرنے والا اپنا رخ تبدیل کر دیتا ہے... میں پھر چل پڑتا ہوں تو وہ تعاقب شروع کر دیتا ہے... اس طرح میں قدرے خوف محسوس کرنے لگا ہوں... اور ایسا اس وقت سے ہے... جب سے میں نے ایک خاص کیس پر کام شروع کیا ہے... کیس کے ذمے دار سے میں نے ایک ملاقات کر لی تھی ... بس اسی روز سے تعاقب شروع ہو گیا..."

ان الفاظ کے بعد ڈائری کے بقیہ صفحے پر اور کچھ نہیں لکھا تھا... اب انہوں نے ان فائلوں کا معائنہ کیا... ان میں سے ایک فائل کالے خاں کی تھی... ایک اور فائل نواز شہباز نوری کی تھی... اس نام پر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...

"یہ کون ہیں ابا جان۔"

"ایک سیاست دان... ان صاحب کو جوڑ توڑ کا ماہر خیال کیا جاتا ہے... بڑے بڑے لوگ اس شخص کی خدمات حاصل کرتے ہیں... کہا جاتا ہے کہ حکومت کا تختہ الٹنے والے عناصر اس شخص کی مدد حاصل کرتے ہیں... اس کی مدد کے بغیر وہ اس قسم کے کام میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے... اسی طرح حکومت بھی دوسروں کو بے اثر کرنے کے لیے اس شخص کی خدمات حاصل کرتی ہے... مطلب یہ کہ یہ شخص کسی بھی شخص یا ادارے کے لیے کام کر سکتا ہے... حکومت کے لیے کام بھی کرتا ہے اور حکومت کے خلاف لوگوں کے کام بھی کرتا ہے..."

"بہت عجیب آدمی ہے۔" فرزانہ نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! بہت زیادہ... اور اب ہمیں اس سے بھی ملنا پڑے گا... لیکن پہلے ہم سردار کالے خاں سے ملیں گے۔"

"تب پھر ابھی مل لیتے ہیں..." محمود کے لہجے میں جوش تھا۔

انسپکٹر جمشید اس کی دلچسپی کو محسوس کر کے مسکرائے بغیر نہ رہ سکے... جلد ہی وہ سردار کالے خاں کی محل نما کوٹھی کے سامنے موجود تھے... دروازے پر مسلح پہرے دار موجود تھے... انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھا:

"سردار کالے خاں موجود ہیں۔"

"جی ہاں! ایک نے فوراً کہا..." سرکاری جیپ کو وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔

"میرا کارڈ ان تک پہنچا دیں... ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں... ایمر جنسی معاملہ ہے۔"

"جی اچھا۔"

اس نے موبائل نکال کر فون کیا اور ان کا نام فون پر بتایا... فوراً اس نے کہا:

"آیئے میں آپ کو اندر لے چلتا ہوں۔"

وہ اس کے ساتھ قدم اٹھانے لگے... ایک بہت کشادہ برآمدے کے پہلے کمرے پر وہ رک گیا اور دروازے پر دستک دی:

"ٹھیک ہے جانباز ان حضرات کو اندر بھیج دو۔"

اس نے انہیں اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا اور خود واپس مڑ گیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے... اندر بہت بھاری میز کے دوسری طرف ایک شاہانہ کرسی پر بہت لمبا چوڑا اور خوفناک شکل صورت والا آدمی نظر آیا... اس کے چہرے پر سجی مسکراہٹ بھی اس کی خوفناکی میں کوئی کمی نہیں کر رہی تھی...

"تشریف رکھیے... آپ ضرور انسپکٹر ثاقب حجازی کی گم شدگی کے سلسلے میں آئے ہوں گے۔ میں نے آپ کا بہت نام سنا ہے اور میرے دل میں آپ کی بہت عزت ہے... میں قطعاً کوئی جرائم پیشہ نہیں ہوں۔ میرے مخالفین نے میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں اڑا رکھی ہیں... یہ کہ میں نے لوگوں سے بہت بڑی بڑی رقمیں لے رکھی ہیں اور نہ میں ان کی رقمیں واپس کرتا ہوں... نہ انہیں طے شدہ منافع دیتا ہوں... یہی بتایا گیا ہے نا آپ کو میرے بارے میں... بہت سے لوگوں نے میرے بارے میں یہی شکایات انسپکٹر ثاقب کو لکھوائی تھیں اور اس سلسلے میں انہوں نے مجھ سے کئی بار ملاقات کی ہے... میں نے انہیں ہر بار یہی یقین دہانی کرائی کہ ایسی کوئی بات نہیں، یہ سب پروپیگنڈے ہیں... حسد کرنے والے ایسے وار کرتے رہتے ہیں... دیکھیے... جب کوئی کسی کو ایک بڑی رقم کاروبار میں لگانے کے لیے دیتا ہے تو شرائط طے کرتا ہے یا نہیں... تحریر لکھی جاتی ہے یا نہیں... اس تحریر پر دونوں

فریق اور گواہ دستخط کرتے ہیں یا نہیں... تو جن لوگوں کو یہ شکایات ہیں... وہ ایسی کوئی تحریر کیوں پیش نہیں کرتے۔"

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! ان لوگوں کے پاس کوئی تحریر نہیں ہے... تحریر ہوتی تو پھر تھانے جانے کی کیا ضرورت تھی... پھر تو وہ لوگ سیدھا عدالت میں جا سکتے تھے... میرے خلاف عدالت سے فیصلہ لے سکتے تھے، لیکن عدالت ثبوت مانگتی ہے... اور ثبوت ان کے پاس ہے نہیں... یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"اس صورت میں تو واقعی آپ قصوروار نہیں ٹھہرتے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بس یہی بات میں انسپکٹر صاحب کو بتاتا رہا... لیکن میرے مخالف مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ کھاتے دکھائے جائیں... اب غور کریں... آخر میں اپنے کھاتے کسی کو کیوں دکھاؤں، کاروباری راز اس طرح راز نہیں رہ جائیں گے... کوئی کاروباری راز کسی کو بتاتا ہے، دکھاتا ہے... بس یہ ہے میری کہانی تو... میں تو بس مفت میں مجرم بن کر رہ گیا ہوں... یار لوگوں نے میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں پھیلا رکھی ہیں... آپ بھی یقیناً یہی سب باتیں سن کر آئے ہوں گے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"میں اپنے کھاتے کسی کو نہیں دکھا سکتا... یہ میرا حق ہے... آپ کو بھی نہیں... ہاں اگر کسی نے مجھے کاروبار میں لگانے کے لیے رقم دی ہے تو وہ اس کا ثبوت پیش کرے اور اپنی رقم لے لے۔"

"آپ کی باتیں بہت صاف اور سیدھی ہیں... سن کر خوشی ہوئی... ہم تو کچھ اور ہی خیال لے کر آئے تھے... اچھا شکریہ ہم چلتے ہیں۔"

”جی نہیں... آپ اس طرح کیسے جاسکتے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ فاروق نے چونک کر کہا۔

”مطلب یہ کہ چائے تو پی کر جائیں۔“

”شکریہ! یہ ہمارا چائے کا وقت نہیں ہے اور بے وقت چائے پینے کے ہم عادی نہیں ہیں... لہٰذا اب ہم چلتے ہیں۔“

یہ کہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی طرف مڑ گئے... عین اس لمحے فرزانہ کے جسم کو ایک جھٹکا لگا:

”کیا بات ہے فرزانہ۔“ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

”مڑتے وقت جسم کو جھٹکا لگ گیا اور کوئی بات نہیں۔“ فرزانہ مسکرائی۔

پھر وہ کمرے سے نکل آئے... صدر دروازے پر دونوں پہرے دار جوں کے توں کھڑے نظر آئے... دونوں نے انہیں باادب انداز میں سلام کیا اور وہ کار کی طرف بڑھ گئے...

کار میں بیٹھتے ہی محمود نے فرزانہ کو گھورا اور بولا:

”ہاں! اب بتاؤ... کیا ہوا تھا۔“

”بتا تو دیا تھا کہ مڑتے وقت جسم کو جھٹکا لگ گیا تھا۔“

”زیادہ بنو نہیں... صاف صاف بتاؤ۔“

”مجھے ایک چیخ کی آواز سنائی دی تھی... بہت مدھم آواز میں کوئی چیخا تھا... وہ کہ رہا تھا... مدد... مدد... مدد۔“

”یہی بات ہے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”جی... کیا مطلب؟“ تینوں ایک ساتھ بولے۔

”مطلب یہ کہ میں نے بھی یہی آواز سنی تھی۔“

”اوہ... اوہ۔“ فرزانہ حیرت زدہ رہ گئی۔

”کیا ہوا... کس بات پر حیران ہو؟“ فاروق نے تیز لہجے میں کہا۔

”اس بات پر کہ ابا جان کے کان بھی میرے کانوں جتنے تیز ہیں۔“ فرزانہ بولی۔

”اس کا مطلب ہے... آج سے پہلے تمہارا خیال تھا کہ ابا جان کے کان اتنے تیز نہیں ہیں... جتنے کہ تمہارے ہیں۔“

”ہاں! میرا گمان یہی تھا... اللہ کا شکر ہے... گمان کی غلطی کا مجھے پتا چل گیا۔“

”تم بھی کیا لے بیٹھے۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

”لیکن ابا جان! یہ کیسے ممکن ہے... کہ وہاں واقعی کوئی مدد کے لیے چیخا ہو۔ ہو سکتا ہے... دوسرا کمرے میں گھر کے افراد کوئی ڈرامہ دیکھ رہے ہوں اور یہ الفاظ ڈرامے کے ہوں۔“

”اس صورت میں خاموشی کیسے چھا سکتی تھی... اس کے بعد بھی کوئی آواز سنائی دیتی... جب کہ ایسا نہیں ہوا... کسی نے صرف تین بار مدد مدد کہا اور پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔“

”پھر اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔“

”گھماؤ پھراؤ کے بجائے ہم سیدھا طریقہ کیوں نہ اختیار کریں۔“

”اور وہ کیا؟“

”تلاشی کے باقاعدہ وارنٹ حاصل کریں اور اچانک تلاشی لینے کے لیے پہنچ جائیں۔“

”بالکل ٹھیک... یہ زیادہ مناسب رہے گا۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

"اچھی بات ہے... ہاتھ کنگن کو آرسی کیا..." انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا اور اکرام کے نمبر ملانے لگے... سلسلہ ملنے پر انہوں نے کہا:

"سنو اکرام... بالکل خفیہ کام ہے... کسی کو کانوں کان پتا نہ چلے... سردار کالے خاں کے گھر کی تلاشی کے وارنٹ چاہییں۔"

"جی... کیا مطلب... کس کے وارنٹ۔"

اکرام چلا اٹھا... اس کے اس طرح چلا اٹھنے پر وہ حیرت زدہ رہ گئے:

☆☆☆

گھوڑا اور نہ میدان

"کیا ہوا اکرام... خیر تو ہے۔"

"میرا مشورہ ہے... آپ سردار کالے خان کی کوٹھی کی تلاشی نہ لیں... نہ جانے کتنے لوگ اس سلسلے میں کتنی کوششیں کر چکے ہیں... لیکن آج تک اس کے خلاف کوئی کچھ بھی ثابت نہیں کر سکا... ہر ایک کو ہر مرتبہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے..."

"تمہارا مطلب... اس کی کوٹھی کی تلاشی لی جا چکی ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! کئی مرتبہ۔"

"لیکن اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی... کوٹھی سے کوئی قابل اعتراض چیز نہیں مل سکی؟"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"سوال یہ ہے اکرام کہ سردار کالے خان کی کوٹھی کی تلاشی کس سلسلے میں لی گئی تھی۔"

"اس کے ایک مخالف نے رپورٹ درج کرائی تھی کہ اس کے ایک ملازم کو سردار کالے خان نے اغوا کر لیا ہے... اور اس نے ملازم کو اپنی کوٹھی میں رکھا ہوا ہے

۔الزام لگانے والا بھی بہت طاقت ور آدمی ہے... اس نے وکیلوں کی مدد سے بہت آسانی سے تلاشی کے احکامات جاری کرالیے... اس طرح تلاشی لی گئی... لیکن چپہ چپہ چھان مارنے کے بعد پولیس وہاں سے اس ملازم کو تلاش نہیں کر سکی۔''

''اوہ... اچھا... تو یہ بات ہے... اس لیے تم حیران ہوئے تھے کہ مجھے اس کوٹھی کی تلاشی کا خیال کس طرح آ گیا۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے... اب ظاہر ہے... تلاشی کے وارنٹ لینے کے لیے بھی وجہ ظاہر کرنا پڑتی ہے۔''

''ہم بھی اسی ملازم کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا...'' اکرام چلا اٹھا۔

''ہاں اکرام! یہی بات ہے۔''

''میرا مشورہ ہے سر... ایسا نہ کریں۔''

''آخر کیوں اکرام... ہمارا کیا نقصان ہو جائے گا بھلا اس سے۔''

''بدنامی پلے پڑے گی... وہ اخبارات کو بیان دینے کا بہت ماہر ہے اور اس کے تعلقات اخبارات والوں سے بہت گہرے ہیں... غالباً وہ ان کی دعوتیں کرتا رہتا ہے...''

''کوئی پروا نہیں۔'' وہ بولے۔

''اچھی بات ہے... آپ کی مرضی... میں وارنٹ لے کر کہاں آؤں۔''

''ہم اس کی کوٹھی کے نزدیک ہی ہیں... بس تم جلد از جلد آنے کی کوشش کرو۔''

''بس! میں ابھی آیا۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

پھر جونہی اکرام وارنٹ لے کر پہنچا... انہوں نے فوراً کوٹھی کا رخ

کیا... اس قدر جلد انہیں پھر آتے دیکھ کر دونوں پہرے دار حیران رہ گئے... انسپکٹر جمشید جیپ سے اترے اور ان کی طرف بڑھتے ہوئے بولے:

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں... ہم ذرا تلاشی لیں گے۔''

''تلاشی... کیا مطلب؟'' دونوں اچھلے۔

''تلاشی کا مطلب شاید تلاشی ہوتا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''شاید نہیں بھئی... یقیناً۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''اوہ اچھا... لیکن اس میں گھورنے کی کون سی بات ہے۔'' فاروق نے جواب میں اسے بھی گھورا۔

''یہ کیا لے بیٹھے تم۔'' انسپکٹر جمشید جھلا کر ان کی طرف مڑے۔

''مم... معاف کیجیے گا ابا جان۔'' دونوں بوکھلا کر ایک ساتھ بولے۔

انسپکٹر جمشید ہنس دیے:

''کیا کہا آپ نے... آپ سردار کالے خان کی کوٹھی کی تلاشی لینے آئے ہیں۔''

''جی ہاں۔''

''یہ ناممکن ہے۔''

''کیا ناممکن ہے۔''

''آپ کوٹھی کی تلاشی لے لیں... یہ ناممکن ہے۔''

''اوہو اچھا... ایسی کیا بات ہو گئی بھئی۔''

''آپ کو پہلے وارنٹ لانا ہوں گے۔''

''وہ ہم لے آئے ہیں۔''

''کیا!!!''

"آپ سردار کالے خان کو اطلاع دیں۔"

"آپ لوگ وارنٹ لے آئے ہیں، تب بھی تلاشی نہیں لے سکیں گے..."

"نہ گھوڑا دور نہ میدان... آپ انہیں بتائیں۔"

آخر ان میں سے ایک نے سردار صاحب کو فون کیا... جلد ہی فون ان کی طرف بڑھا دیا گیا:

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔"

"آپ کے اس قدر جلد پھر آجانے پر حیرت ہوئی... لیکن اس سے زیادہ حیرت اس پر ہوئی کہ آپ تلاشی لینے کے لیے آئے ہیں... آپ کو میری کوٹھی کی تلاشی کے وارنٹ کس نے دے دیے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ظاہر ہے... کسی مجسٹریٹ نے ہی دیے ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ان کا نام؟"

"سوری... آپ وارنٹ دیکھ لیں... ان کا نام ہم نہیں بتا سکتے..."

"اس صورت میں تم سب کام سے جاؤ گے۔" وہ غرایا۔

"کیا مطلب... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس شہر میں کون ہے جو میری کوٹھی کی تلاشی کے وارنٹ جاری کرے... اور کون ہے جو تلاشی لے... ابھی آپ کو میری طاقت معلوم نہیں... آپ باہر ہی ٹھہریں... پہلے میں آپ کے آئی جی صاحب سے بات کرتا ہوں۔"

"ضرور جناب! کیوں نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

پھر دونوں طرف خاموشی چھا گئی... آخر ایک بار پھر ان کے فون کی گھنٹی بجی...

"جی... فرمایئے۔"

"اپنے آئی جی صاحب سے بات کریں۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر بولے:

"انسپکٹر جمشید اس طرف حاضر ہے سر۔"

"جمشید یہ کیا... تم سردار کالے خان کی کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہو۔"

"یس سر..." وہ باادب انداز میں بولے۔

"لیکن کیوں... تمہیں معلوم ہونا چاہیے جمشید... سردار کالے خان کی پہنچ بہت دور دور تک ہے... یعنی اگر وہ پسند کرے تو صدر صاحب کے ذریعے ان وارنٹ کو بے اثر کرا سکتا ہے۔"

"لیکن سر... اگر اس نے کوئی جرم کیا ہے تو پھر اس کی تفتیش کس طرح ہو سکے گی... اگر ہم اس کی تلاشی نہیں لے سکتے۔"

"تلاشی کے بغیر بھی جمشید تم میں جرم ثابت کرنے کی صلاحیت ہے... لہٰذا تلاشی کے بغیر اسے مجرم ثابت کر دو... پھر تمہیں اس کی گرفتاری سے نہیں روکا جائے گا۔"

"اس میں شک نہیں... مجرم تک پہنچنے کے کئی راستے ہو سکتے ہیں... لیکن اس طرح وقت زیادہ لگے گا... اور اگر وہاں کوئی شخص قید ہے... تو اس دوران اس غریب کو ادھر ادھر کر دیا جائے گا... یا جان سے مار دیا جائے گا اور اس کیس میں پہلے ہی ایک شخص کی جان جا چکی ہے... اور سر... وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا، ہمارے اپنے

محکمے کے انسپکٹر ثاقب حجازی تھے۔"

"کیا!!!" آئی جی صاحب چلا اٹھے۔

"یس سر۔"

"مجھے تو ابھی ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"سر... کچھ ہی دیر پہلے لاش ملی ہے... چہرہ بری طرح بگاڑ دیا گیا تھا... پھر بھی ان کی بیوی نے آخر پہچان ہی لیا... اور اب لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجی گئی ہے... انسپکٹر ثاقب ان دنوں سردار کالے خان اور نواز شہباز نوری کے بعض معاملات پر تفتیش کر رہے تھے کہ انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا... ان حالات میں ہم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سردار کالے خان سے ملاقات کی۔ وہ بہت اچھی طرح ملے... ہم ایک حد تک ان کی طرف سے مطمئن ہو کر واپس آنے کے لیے اٹھے تو فرزانہ کے کانوں میں کسی کی چیخ گونج گئی... اس طرح وارنٹ حاصل کیے گئے... اب آپ جو حکم دیں گے... میں وہ کروں گا۔"

"میرا حکم وہی ہے... تم سردار کالے خان کی کوٹھی کی تلاشی نہ لو... آج کل یہ شخص صدر صاحب کا منظورِ نظر بنا ہوا ہے... اور صدر صاحب اس کے بارے میں کوئی لفظ سننے کے لیے تیار نہیں ہیں... ہاں! اگر تم جرم ثابت کر دو... تو پھر ہم اسے گرفتار کریں گے اور صدر صاحب کے سامنے ثبوت پیش کر دیں گے، ثبوت دیکھ لینے کے بعد بھی اگر صدر صاحب نے یہی حکم دیا کہ اسے گرفتار نہ کیا جائے تو ہم کر ہی کیا سکتے ہیں جمشید... تم نے پوری بات سن لی۔"

"جی ہاں... بالکل بالکل سر۔"

"بس تو پھر سنو اور عمل کرو۔" یہ کہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... وہ وہاں سے ہٹ آئے اور جیپ میں آبیٹھے... ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی پھر

بجی... انہوں نے دیکھا... فون سردار کالے خان کا تھا... وہ مسکرا دیے... اور موبائل آن کر لیا۔

"ہاں تو انسپکٹر جمشید... تلاشی نہیں لے رہے پھر۔"

"نہیں سر... لیکن ہم آپ کو تلاشی کے بغیر بھی مجرم ثابت کر سکتے ہیں... بشرطیکہ آپ نے جرم کیا ہو... ابھی تو ہمیں معلوم تک نہیں کہ آپ نے کوئی جرم کیا بھی ہے یا نہیں۔"

"تب پھر تلاشی کی کیا سوجھ گئی... میں بتا چکا ہوں... انسپکٹر ثاقب حجازی کی موت سے میرا کوئی تعلق نہیں۔"

"ہم تلاشی اس سلسلے میں نہیں لینا چاہتے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"تب پھر... کیوں لینا چاہتے تھے؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"میں چاہوں تو پوچھ سکتا ہوں۔" وہ ہنسا۔

"خیر... ایسی بھی کوئی بات نہیں۔"

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا... ابھی پتا چل جاتا ہے۔"

"او کے۔" انہوں نے کہا اور اپنا فون بند کر دیا... ساتھ ہی ان سب سے کہا...

"اپنے اپنے فون فوراً بند کر دو۔"

ان سب نے فون بند کر لیے اور گھر کا رخ کیا... اس وقت انسپکٹر جمشید نے ان تینوں سے کہا:

"سرکاری ملازم میں ہوں، تم نہیں۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"مجھے تلاشی لینے سے روک دیا گیا ہے... لیکن یہ حکم تم پر لاگو نہیں ہوتا۔"

"جی... کیا مطلب... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"آج رات سردار کالے خان کی کوٹھی کی تلاشی تم لو گے..."

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... اور انسپکٹر جمشید ہونٹ بند کر چکے تھے... گویا اب وہ اس سلسلے میں کچھ کہنے یا سننے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے:

اسی رات ایک بجے فاروق پائپ کے ذریعے اوپر چڑھ رہا تھا... اسے چھت پر پہنچ کر نیچے کا رخ کرنا تھا اور پھر ان دونوں کے لیے دروازہ کھولنا تھا... لیکن جونہی وہ چھت پر آیا... ساکت رہ گیا...

چھت پر تین مسلح آدمی موجود تھے... اور ان کی گنوں کا رخ اس کی طرف تھا:

☆☆☆

لے چلو

"ہاتھ اوپر اٹھا دو... ورنہ بھون دیں گے... ہمیں سردار صاحب کا یہی حکم ہے..." ان میں سے ایک نے سرد آواز منہ سے نکالی... فاروق سکتے میں آ گیا... اس لیے نہیں کہ وہ خوف زدہ ہو گیا تھا... بلکہ اس لیے کہ وہ ایک بار پھر کوٹھی کی تلاشی لینے کے قابل نہیں رہ گئے تھے جب کہ وہ اس کوٹھی کی تلاشی کے لیے بری طرح بے چین تھے... وہ جلد از جلد جان لینا چاہتے تھے کہ وہ چیخ کس کی تھی۔

مشینی انداز میں اس کے ہاتھ اٹھ گئے:

"سردار صاحب نے پہلے ہی یہ خیال ظاہر کر دیا تھا کہ اب تم لوگ رات کے وقت کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے تا کہ خفیہ طور پر تلاشی لے سکو... اب نیچے چلو اور صدر دروازہ کھول دو تا کہ تمہارے باقی ساتھی بھی اندر آ سکیں... ویسے تم فکر نہ کرو... تم لوگوں کی بہترین دعوت کا انتظام سردار صاحب نے کر رکھا ہے... بس یوں سمجھ لو کہ تمہارے شایان شان ہو گا..."

فاروق نے زینے کا رخ کیا... اس طرف زیرو کا بلب جل رہا تھا... وہ ایک ایک کر کے سیڑھیاں اترتا چلا گیا... صحن میں بھی دو پستول بردار چوکس کھڑے تھے:

"شکار شاید بہت آسانی سے ہاتھ لگ گیا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں... لیکن باقی ساتھی ابھی باہر ہیں... یہ دروازہ کھول کر انہیں بلائے گا... کیوں بھئی... ایسا ہی کرو گے... ویسے تو اگر تم کوئی چالاکی دکھانا چاہو تو ضرور ایسا بھی کر سکتے ہو... ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے..." اوپر سے اترنے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں! میں یہی کروں گا۔" فاروق اب خود پر قابو پا چکا تھا... اور مسکرانے لگا تھا... اس نے آگے بڑھ کر صدر دروازہ کھول دیا... اس وقت تک سردار کالے خان کے آدمی دائیں ہو کر پوزیشن لے چکے تھے... اور فاروق پوری طرح ان کی زد پر تھا... جونہی دروازہ کھلا اور فاروق کا چہرہ دروازے پر نظر آیا... محمود اور فرزانہ بھی اندر آگئے... ساتھ ہی انہوں نے دروازہ بند کر دیا... لیکن پھر بری طرح اچھلے... دروازہ بند ہوتے ہی سردار کالے خان کے آدمی اوٹ سے نکل کر سامنے آگئے تھے۔

"یہ کیا بھئی فاروق۔" فرزانہ چہکی۔

"کوئی خاص بات نہیں... ہمارے ساتھ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے... خیر کوئی بات نہیں... ان لوگوں کا اب پروگرام کیا ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"سنا ہے، انہوں نے ہمارے شایان شان دعوت کا پروگرام بنا رکھا ہے۔"

"یہ سن کر خوشی ہوئی۔" محمود کی آواز فوراً ہی ابھری۔

"ابھی اور خوشی ہوگی... برآمدے کی طرف چلو... اگر ایک انچ بھی ادھر ادھر ہونے کی کوشش کی تو ہمیں گولی مار دینے کا حکم ہے۔"

"یہ بات تم پہلے ہی بتا چکے ہو... بار بار بتا کر ہمیں خوف زدہ کرنے کی ناکام کوشش نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے..." وہ ایک ساتھ بولے۔

اب وہ برآمدے میں چلنے لگے... ایسے میں ایک نے کہا:

"سردار صاحب کا کمرہ تو تم لوگوں نے دیکھ ہی لیا ہے... لہٰذا خود بخود اس کمرے تک چلو اور بے دھڑک اندر داخل ہو جاؤ... سردار صاحب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"گویا انہیں یقین تھا... ہم لوگ ضرور آئیں گے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں بالکل! ان کا کہنا ہے کہ وہ تم لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہیں۔"

"اوہو اچھا! یہ بات ہے۔" فرزانہ کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیوں! اس بات میں حیرت کہاں سے ٹپک پڑی۔" محمود نے اسے گھورا۔

"اس میں حیرت کی بات ہے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"خیر ہوگی... ہمیں کیا..." محمود نے کندھے اچکا دیے۔

آخر وہ اس کمرے میں داخل ہو گئے جس میں ایک روز پہلے سردار کالے خان سے ملاقات ہوئی تھی۔ سردار اسی طرح بیٹھا نظر آیا... اس نے ایک طنزیہ نظر اس پر ڈالی، پھر بولا:

"کسی کی کوٹھی میں داخل ہونا غیر قانونی ہے... لہٰذا اس جرم کی سزا تمہیں ملے گی۔"

"اور کسی کو قتل کرنا؟" فاروق نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے... تو پھر میری طرح تم بھی جرم ثابت کرو... اور مجھے جیل بھجوا دو... فی الحال تو جیل تم جا رہے ہو..."

"ارے نہیں۔" وہ ایک ساتھ ہنسے۔

عین اس وقت کمرے کے دروازے پر زوردار انداز میں دستک
ہوئی:

"آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا... تشریف لے آئیں۔"

دروازہ کھلا... انہوں نے ایک ڈی ایس پی کو اندر آتے دیکھا...

"آئیے آئیے جناب! یہی ہیں وہ تینوں... جو غیر قانونی طور پر میری کوٹھی
میں داخل ہوئے ہیں... ہم نے انہیں لگے ہاتھوں پکڑا ہے... اور ان کے اندر داخل
ہونے کی باقاعدہ فلم بن چکی ہے..."

"بہت خوب! انسپکٹر جمشید کے بچے اس حد تک بھی جاسکتے ہیں... یہ تو میں
نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

"تو اب سوچ لیں۔" محمود نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"آپ نے دیکھا... جرم کر کے بھی یہ لوگ کس طرح شیر ہو رہے ہیں۔"

"جی ہاں! سردار صاحب! میں دیکھ رہا ہوں اور سن بھی رہا ہوں... آپ
حکم کریں... کرنا کیا ہے۔" ڈی ایس پی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کرنا کیا ہے... آپ انہیں گرفتار کرلیں۔ آخر انہوں نے ایک غیر
قانونی حرکت کی ہے... کی ہے یا نہیں۔"

"بالکل کی ہے، ان کی یہاں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے۔" ڈی ایس
پی نے فوراً کہا۔

"بس تو پھر لے جائیں اور ان کے خلاف رپورٹ درج کریں... لیکن
ذرا پکی رپورٹ لکھیے گا... ایسا نہ ہو... یہ کل پھر دندناتے ہوئے میری کوٹھی میں
آدھمکیں۔"

"فکر نہ کریں... ایسا نہیں ہوگا۔" ڈی ایس پی نے کہا۔

"اس میں شک نہیں۔" فاروق کی آواز گونجی۔

"کیا مطلب... کس میں شک نہیں۔"

"اس میں کہ ہم کل یہاں نہیں آدھمکیں گے... اور اس کی وجہ ہے۔"

"کیا وجہ ہے... سردار کالے خان نے غرا کر کہا۔

"یہ کہ جب یہ ہمیں گرفتار کر کے لے جا ہی نہیں سکیں گے تو ہم کل کیسے
آدھمکیں گے..."

"کیا کہا... آپ نے سنا ڈی ایس پی منیر گمبوئی صاحب... کیا کہہ رہے
ہیں... یعنی آپ انہیں یہاں سے لے جا نہیں سکیں گے..."

"ان کا مطلب تو یہی بنتا ہے... لیکن میں آپ کے سامنے انہیں لے
جا رہا ہوں... آپ گواہ رہیے گا اس بات کا۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

ڈی ایس پی صاحب نے دروازے کی طرف منہ کر کے پکارا:

"آ جاؤ بھئی اندر... مجرم تیار ہے۔"

"مجرم... آپ ہمیں مجرم کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں تو اور کیا کہوں..." ڈی ایس پی نے ہنس کر کہا۔

اس وقت دس کے قریب پولیس مین اندر آگئے... انہوں نے فوراً
انہیں گھیر لیا:

"انہیں پولیس اسٹیشن لے چلو... میں پہنچ رہا ہوں... ان کے سلسلے میں
کوئی بھی آجائے انہیں ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔"

"اوکے سر!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مشکل ہے جناب۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم نے انہیں ہتھکڑیاں نہیں لگائیں۔" ڈی ایس پی غرائے۔

پولیس مین تیزی سے حرکت میں آگئے۔ انہوں نے آن کی آن میں انہیں ہتھکڑیاں لگادیں...

"میں نے کہا ہے نا... مشکل ہے... یہ دیکھیں... صدر صاحب کا حکم... پہلے اسے پڑھ لیں... پھر بات کریں... آپ ہمیں لے جاسکتے ہیں یا نہیں۔"

"کیا کہا... صدر صاحب کا حکم۔" ڈی ایس پی نے چونک کر کہا۔

"ہاں! صدر صاحب کا حکم۔"

ڈی ایس پی نے کاغذ محمود کے ہاتھ سے اچک لیا... پھر اسے پڑھنے لگا... پورا حکم پڑھ کر اس نے سردار کالے خان کی طرف دیکھا:

"اب کیا کریں سردار صاحب۔" ڈی ایس پی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا معاملہ ہے۔" سردار کالے خان کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"ان کے پاس صدر صاحب کی طرف سے خصوصی اجازت نامہ موجود ہے۔ اس کی مدد سے یہ خفیہ یا اعلانیہ کسی بھی عمارت کی تلاشی لے سکتے ہیں... کسی بھی معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں... یعنی اس اجازت نامے کی رو سے یہ مجھ سے کہہ سکتے ہیں کہ میں اس کیس سے الگ ہو جاؤں... اب کیا ہوگا... یہ آپ خود سوچ لیں۔"

"اس سے یہ ہوگا ڈی ایس پی صاحب... کہ میں تو مارا جاؤں گا... آپ بھی میرے ساتھ مارے جائیں گے... یعنی وہ جو کہا ہے نا کسی نے، گھن کے ساتھ گیہوں بھی پس جاتا ہے۔" سردار کالے خان نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کہا ہے... کسی نے۔" فاروق کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت

در آئی۔

"اوہ شاید میں الٹ بول گیا۔

"شاید نہیں... یقیناً۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"لیکن سردار صاحب... آخر آپ کس طرح پھنس جائیں گے... آپ نے کیا کیا ہے... اور میں کس طرح پھنس جاؤں گا... میں نے کون سا غیر قانونی کام کیا ہے... آپ نے مجھے فون کر کے بلایا اور فون پر بتایا کہ آپ کے گھر میں تین افراد بلا اجازت آگئے ہیں... لہٰذا میں اپنے عملے کے ساتھ انہیں گرفتار کرنے آگیا... یہ کام کس طرح غیر قانونی ہوگیا... رہ گئے... آپ... یہ آپ کی کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... تو لے لینے دیں... آپ کیا کوئی غیر قانونی کام کرتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ انہیں مجھ پر شک کیا ہے... یہ کیوں تلاشی لینا چاہتے ہیں ... اور حکام نے تو انہیں تلاشی لینے سے روک دیا تھا... یہ پھر آگئے۔"

"یہ تو خیر حکام جانیں... یہ جانیں... ہمیں اس سے کیا... رہ گئی تلاشی کی بات تو ان سے پوچھ لیتے ہیں... ہاں بھئی آپ بتائیں، سردار صاحب کی کوٹھی کی تلاشی کیوں لینا چاہتے ہیں۔"

"ہم اس وقت انسپکٹر ثاقب حجازی کے کیس پر کام کر رہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے... وہ رات سے گم ہیں... لیکن ان کی گم شدگی سے ان کا تعلق؟"

"معاملہ صرف گم شدگی کا نہیں... قتل کا ہے... انسپکٹر ثاقب کو دراصل قتل کیا گیا ہے... اور وہ سردار کالے خان کے کیس پر کام کر رہے تھے... یا ایک اور شخص کے کیس پر... رات وہ پولیس اسٹیشن سے گھر کے لیے روانہ ہوئے تھے... لیکن گھر نہیں پہنچے... بلکہ ایک جگہ سے ان کی لاش ملی... لاش کو دفن کیا گیا تھا۔"

"کیا... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈی ایس پی چلا اٹھے۔

"یہی بات ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... اور اس قتل میں سردار کالے خان پر شک کیا جا رہا ہے۔" ڈی ایس پی نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں جناب! اس قتل کے سلسلے میں ہی ہمیں کوٹھی کی تلاشی لینی ہے... کیونکہ ان کا نام انسپکٹر ثاقب کی فائل میں موجود ہے..."

"ہاں سردار صاحب... اب آپ کیا کہتے ہیں... یہ معاملہ تو کافی سنگین نکل آیا..."

"آپ انہیں غیر قانونی طور پر کوٹھی میں داخل ہونے کے جرم میں حراست میں لے لیں اور یہاں سے لے جائیں... حوالات میں قید کر دیں یا جیل بھجوا دیں... یہ آپ کا کام ہے..."

"لیکن ان کے پاس جو خصوصی اجازت نامہ ہے... اس کا کیا کیا جائے... میں چونکہ قانون کا محافظ ہوں... اس لیے مجھ پر تو اس ہدایت کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی ذمے داری عائد ہوتی ہے۔"

"تب پھر آج کا دن ہماری اور آپ کی دوستی کا آخری دن ہوگا۔" سردار کالے خان نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر آپ ہی بتائیں کیا کیا جائے۔"

"وہی جو میں چاہتا ہوں... انہیں یہاں سے لے جائیں... اس صورت میں ہماری اور آپ کی دوستی مزید پختہ ہو جائے گی۔"

"پکی بات ہے؟" ڈی ایس پی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں... ہاں۔" اس نے بہت پرزور انداز میں کہا۔

"تب پھر میں انہیں لے جا رہا ہوں... لے چلو انہیں۔" ڈی ایس پی نے پرجوش انداز میں کہا۔

☆☆☆
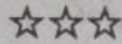
کیا... نہیں

وہ دھک سے رہ گئے... قانون کی رو سے صدر صاحب کا حکم جان لینے کے بعد انھیں گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا جب کہ ڈی ایس پی صاحب کو جیسے صدر صاحب کے حکم کی کوئی پروا نہیں تھی۔ کانسٹیبل انھیں دروازے کی طرف لے جانے لگے تو محمود نے کہا:

"کیا آپ نے ٹھیک سے صدر صاحب کا حکم پڑھ لیا ہے۔"

"ہاں! پڑھ چکا ہوں۔"

"اور اس کے باوجود آپ ہمیں گرفتار کر کے یہاں سے لے جا رہے ہیں۔" محمود نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"کیا آپ سوچ چکے ہیں... آپ کو اس کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا اور آپ کوئی جواب نہیں دے پائیں گے..."

"ہاں! میں سوچ چکا ہوں۔"

"اچھی بات ہے... ہم آپ کے بیج پر لکھا آپ کا نام پڑھ چکے ہیں... یہ آپ کی اطلاع کے لیے بتا رہے ہیں۔"

"میں خود بتا رہا ہوں... میرا نام منیر گمبوٹی ہے... اور کچھ۔"

"اب ہماری آپ کی بات چیت دوسری ملاقات پر ہوگی۔" فاروق نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اگر ملاقات ہوئی تو۔"

"آپ کا مطلب ہے... یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔"

"امید تو یہی ہے..."

"او کے... اب ہم کچھ نہیں کہیں گے۔"

"بہتر بھی یہی ہے۔" ڈی ایس پی نے خوفناک انداز میں مسکرا کر کہا۔

اور پھر انھیں باہر لا کر پولیس کی گاڑی میں بٹھایا گیا۔

"اور سر... ان کی گاڑی کا کیا کیا جائے۔"

"گاڑی کی چابی ان کے جیب سے نکال لو... اور گاڑی بھی ساتھ لے چلو۔"

"او کے سر۔"

آخر ان کا سفر شروع ہوا... گاڑی کے دروازے بند تھے اور کھڑکیوں پر پردے تنے تھے۔ اس لیے وہ باہر کے مناظر نہ دیکھ سکے... ادھر انھیں اس بات پر حیرت تھی کہ ڈی ایس پی منیر گمبوٹی آخر انھیں حوالات میں کس طرح رکھ سکیں گے... وہ چونکہ قانون کے رکھوالوں کا بہت احترام کرتے تھے... ان پر ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتے تھے، چاہے کتنی مجبوری کیوں نہ ہو... اس لیے وہ اس وقت ان کے ساتھ چلے آئے تھے...

آخر گاڑی رک گئی اور اس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا:

"چلیے جناب... خصوصی اجازت ناموں والے حضرات نیچے اتریں... آپ کی منزل آگئی ہے..." ایک کانسٹیبل کی آواز سنائی دی... لہجے میں خوب

طنز شامل کیا گیا تھا۔

وہ نیچے اتر آئے... انہوں نے ادھر ادھر دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے... انہیں کسی پولیس اسٹیشن میں نہیں لایا گیا تھا... وہ کوئی پرائیوٹ عمارت تھی... اور کافی بڑی تھی... اس میں حوالات کی قسم کے کمرے بنائے گئے تھے... ان پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور کمروں کے سامنے مسلح پہرے دار گھوم رہے تھے:

"یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔" فرزانہ نے خوف کے عالم میں کہا۔

"حوالات دیکھ رہے ہیں۔" وہی کانسٹیبل بولا۔

"تو تم لوگوں نے پرائیوٹ حوالات بنا رکھی ہے۔" محمود نے کمروں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا... ان میں کئی کئی افراد سلاخوں سے لگے نظر آ رہے تھے... وہ انہیں دیکھ کر سلاخوں سے آ لگے تھے... ورنہ اس سے پہلے شاید وہ لیٹے یا بیٹھے رہے ہوں گے... کچھ اب بھی لیٹے یا بیٹھے تھے۔

"ہاں یہی بات ہے... اب تم بھی اسی پرائیوٹ حوالات میں زندگی کے باقی دن گزارو گے۔"

"اللہ کا شکر ہے... جس نے ہمیں یہاں بھیج دیا... تم لوگوں کے حساب کتاب کا وقت آگیا ہے... کیا ڈی ایس پی منیر گمبوئی تم لوگوں کے ساتھ نہیں آئے؟"

"ایسے چھوٹے کام کرانے کے لیے انہیں خود آنے کی ضرورت نہیں۔"

"کیا اس حوالات کے انچارج وہی ہیں..."

"ہاں! وہی ہمارے انچارج ہیں۔"

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... جیسے ایک دوسرے سے پوچھنا چاہتے ہوں... اب کیا کرنا چاہیے... فرزانہ نے مسکرا کے آنکھ کا اشارہ کیا...

تب محمود نے کہا:

"ان کی حوالات کا مزہ بھی چکھ لیں ذرا۔"

"ذرا نہیں سدا۔" کانسٹیبل ہنسا۔

اور پھر انہیں ایک کمرے میں دھکیل کر سلاخوں والا دروازہ بند کر دیا گیا... اس کمرے میں ان کے علاوہ تین آدمی اور تھے... شکل صورت کے لحاظ سے وہ سیدھے سادے اور بھولے بھالے سے تھے... کسی جرم کا ان سے تعلق بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا... پھر بھی محمود نے ایک سے پوچھا:

"آپ لوگ یہاں کس طرح پہنچ گئے... کیا کوئی جرم سرزد ہو گیا تھا آپ لوگوں سے۔"

"نہیں... اللہ کی مہربانی سے ہم بے گناہ ہیں۔"

"تب پھر ہم بھی بے گناہ ہیں۔"

"تب پھر آخر آپ لوگ یہاں کس طرح آگئے۔"

"جس طرح آپ آگئے۔" وہ بولا۔

"اوہ ہاں! آپ نے ٹھیک کہا... لیکن جب تک ہم ایک دوسرے کی کہانی سن نہ لیں۔ کچھ معلوم نہیں ہوگا۔"

"کہانی سنا کر کیا ہوگا..." ان میں سے ایک نے سرد آہ بھری۔

"ہم آپ لوگوں کو یہاں سے نکالنے کے لیے آئے ہیں... لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے آپ لوگ بتائیں آپ یہاں کس طرح آئے ہیں۔"

"آپ اور ہمیں یہاں سے نکال دیں گے... ناممکن۔" تیسرا منہ بنا کر بولا۔

"فرض کیا ہم آپ کو یہاں سے نکلوا دیتے ہیں... تو کیا اس بھاؤ کہانی

سنانا کوئی مشکل کام ہے۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔
"نہیں... کوئی مشکل کام نہیں... ہم جانتے ہیں... آپ ہمیں یہاں
سے نہیں نکلوا سکیں گے... پھر بھی ہم اپنی کہانی سنا دیتے ہیں... پہلے میں اپنی کہانی
سناتا ہوں... ویسے یہاں جتنے لوگ بھی موجود ہیں... وہ اپنوں ہی کے ستائے ہوئے
ہیں... مثلاً میرا بڑا بھائی ساری جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتا تھا... اس نے ان لوگوں کی
خدمات حاصل کیں... انہوں نے مجھ پکڑا کر یہاں بند کر دیا... اور اسے اطمینان دلا
دیا کہ مجھ سے اس کا پیچھا ہمیشہ کے لیے چھوٹ چکا ہے... اس کام کا ظاہر ہے...
اس نے لمبا چوڑا معاوضہ وصول کیا ہوگا... بلکہ اب تو وہ مستقل طور پر اس سے معاوضہ
وصول کرتا رہتا ہوگا... کیونکہ اگر وہ مجھے رہا کر دیتا ہے... تو ایک تو جائیداد کا نصف
ہاتھ سے جاتا ہے... دوسرے اس جرم کی پاداش میں جیل جانا پڑے گا... لہٰذا وہ مجبور
ہوگا ان لوگوں کو ہر ماہ رقم ادا کرنے پر مجبور ہوگا۔"
"اوہ ... آپ کی کہانی بہت دکھ بھری ہے ... لیکن آپ فکر نہ
کریں... بہت جلد آپ کو رہائی ملنے والی ہے۔"
"اگرچہ اس بات پر بالکل یقین کرنے کو جی نہیں چاہ رہا... لیکن پھر بھی
ہم کہتے ہیں... اللہ آپ کی زبان مبارک کرے۔"
"اب آپ اپنی کہانی سنائیں۔"
"یہاں قید سب لوگوں کی کہانیاں ملتی جلتی ہیں... میں ایک دولت مند
آدمی ہوں... مجھ سے ایک چھوٹا سا جرم سرزد ہو گیا تھا... میرے خلاف تھانے میں
رپورٹ درج کرا دی گئی اور مجھے گرفتار کر لیا گیا... اس سے پہلے کہ میں اپنے وکیل کو
فون کرتا... ایک کانسٹیبل میرے پاس حوالات میں آیا... اس نے کہا:
"آپ کافی دولت مند آدمی ہیں... کہاں عدالتوں کے چکر کاٹتے

پھریں گے... ہم سے بات طے کر لیں ابھی رہا ہو جائیں گے... اور کیس بالکل ختم ہو
جائے گا... کیونکہ ابھی ہم نے ایف آئی آر نہیں کاٹی۔" میں نے اس کی بات سن کر کہا
ٹھیک ہے... اس پر اس نے کہا... تھانے دار صاحب بیس ہزار کہتے ہیں... اس میں
سے ظاہر ہے... دوسری پارٹی کو بھی کچھ دے دلا کر راضی کرنا پڑے گا... جن سے آپ
کا جھگڑا ہوا ہے... ورنہ عدالتوں کے چکر کاٹیں گے اور اس سے کہیں زیادہ اخراجات
ہوں گے... اب آپ سوچ لیں۔"
میں نے فوراً بیس ہزار دینے کی بات مان لی... اب مجھ سے کہا گیا
کہ پولیس کی گاڑی میں آپ کو یہاں سے لے چلیں گے... گھر پہنچا دیں
گے... وہیں آپ سے رقم وصول کریں گے... میں نے کہا ٹھیک ہے... اس طرح
میں نے بیس ہزار روپے ادا کر دیے... اس کے تین دن بعد مجھے رات کے وقت گھر
سے اغوا کر لیا گیا... اور یہاں لا کر بند کر دیا گیا... انہوں نے مجھ سے ایک رقعہ لکھوا کر
گھر سے چیک بک اور اے ٹی ایم کارڈ بھی منگوا لیے... اے ٹی ایم کارڈ کے ذریعے
انہوں نے بینکوں سے میری ساری رقم نکال لی ہے... اور چھوڑا پھر بھی نہیں... کہتے
ہیں... اگر ہم آپ کو چھوڑ دیتے ہیں تو آپ باہر جا کر ہمارے بارے میں پولیس کو بتا
ئیں گے... اس طرح ہم سب گرفتار ہو جائیں گے... اور جیل کی ہوا کھائیں
گے... کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ آپ ہی ہوا کھاتے رہیں... یہ ہے میری کہانی۔"
"آپ کی کہانی بھی دکھ بھری ہے... اب انہوں نے تیسرے کی کہانی
سنی... وہ بھی اس قسم کی تھی... اسے مکمل طور پر لوٹ لیا گیا تھا... اس کی کہانی ختم ہوئی
تو محمود نے پوچھا:
"کیا اس حوالات سے کچھ لوگوں کو رہا بھی کیا گیا ہے۔"
"نہیں... یہاں سے تو لوگ مر کر ہی رہا ہوتے ہیں... اتنا ضرور ہے کہ یہ

خودکشی کو جان سے نہیں مارتے... اپنی موت کوئی مرجائے تو اسے گڑھا کھود کر دفن
کر دیتے ہیں... اور جب تک کوئی ان کی قید میں رہتا ہے... اسے کھانے پینے کو
دیتے رہتے ہیں... مطلب یہ کہ کھلانے پلانے کے معاملے میں تنگ نہیں کرتے۔"

"اتنی دولت جو سمیٹ لیتے ہیں... کھلانے پلانے میں کیا خرچ آجائے
گا کہ پروا کریں... خیر... آپ لوگوں کو آج رات رہائی مل جائے گی... اور ان سب
کو گرفتار کرلیا جائے گا... ان کا کرتا دھرتا ڈی ایس پی منیر گمبوئی بھی گرفتار ہوگا اور اپنے
جرائم کی سزا بھگتے گا... ان شاء اللہ۔"

"لیکن یہ کیسے ہوگا... آپ تو خود ہمارے ساتھ ہیں۔"

"دراصل ان لوگوں نے حوالات میں بند کرنے سے پہلے ہماری تلاشی
نہیں لی۔"

"کیا مطلب؟" باہر سے کسی نے چونک کر کہا۔

وہ اچھل پڑے... اب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی باتیں چھپ کر سنی
جارہی تھیں اور ظاہر ہے... انہوں نے ایسا ڈی ایس پی منیر گمبوئی کی ہدایات پر کیا
ہوگا... انسپکٹر جمشید کے بچوں کو قید کر کے وہ بے فکر تو رہ نہیں سکتا تھا... انہوں نے
سلاخوں کی طرف دیکھا... وہاں تین کانسٹیبل کھڑے انہیں گھور رہے تھے۔

"کیا چیز رہ گئی ہے تمہارے پاس۔"

"تم نے ہمارا کام اور آسان کر دیا۔" محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"اب وہ چیز حاصل کرنے کے لیے تمہیں حوالات کا دروازہ تو کھولنا پڑے
گا... فاروق ہنسا۔

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اس سے یہ ہوتا ہے کہ ادھر تم اندر داخل ہوگے، ادھر ہم باہر نکل جائیں
گے اور پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔"

"بہت دیکھے ہیں تم جیسے۔"

"اچھا... کمال ہے۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پہلے یہ بتاؤ... تمہارے پاس کی چیز رہ گئی ہے۔"

"ایک عدد موبائل۔"

یہ کہتے ہی محمود نے موبائل نکال کر اس کا بٹن دبا دیا... دوسرے ہی
لمحے اس کی سکرین پر اس کے والد کا نمبر نظر آیا... اس نے پھر سے بٹن دبایا اور موبائل
کان سے لگالیا:

"ارے ارے... کھولو... جلدی کرو... ورنہ مارے گئے ہم سب... یہ
انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"کیا!!!" سب لوگ حلق پھاڑ کر چلائے... حوالات میں بند لوگ بھی
حیرت زدہ رہ گئے... ادھر ایک کانسٹیبل گھبراہٹ کے عالم میں تالا کھولنے لگا، لیکن اس
سے چابی غلط لگ گئی...

"فاروق میرا چاقو نکال کر تالا کھولنے والے کا ہاتھ کاٹ دو۔"

"اچھا۔" فاروق ہنسا۔

"کیا کہا... ہاتھ کاٹ دو۔"

"ہاں یہی کہا ہے... ہاتھ کاٹ دو۔" محمود بولا۔

"کیا کر رہے ہو محمود۔" دوسری طرف سے یہی جملہ انسپکٹر جمشید نے سن
لیا۔ کیونکہ اسی وقت انہوں نے اپنا فون آن کیا تھا۔

"ہم ڈی ایس پی منیر گمبوئی کی قید میں ہیں... نامعلوم جگہ۔" اتنا کہتے ہی

اس نے فون پر سے منہ ہٹایا اور پکار کر فاروق سے کہا:

"ہاں فاروق... کاٹ دو اس کا ہاتھ۔"

فاروق اس وقت تک چاقو نکال چکا تھا... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... ہاتھ سلاخوں سے باہر کر کے اس کانسٹیبل کے ہاتھ پر وار کیا جو تالے میں دوسری چابی لگا چکا تھا... اس کے ہاتھ سے خون بہتا نظر آیا... وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا:

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے محمود۔" مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"آپ جلد از جلد یہاں آنے کی کوشش کریں۔"

"کہاں؟" وہ چیخے۔

"ڈی ایس پی گمبوئی سے معلوم ہو سکے گا۔"

"اچھی بات ہے... تم فکر نہ کرو... کیا یہ شخص مجرم ہے۔"

"سو فیصد۔"

"اب تم فکر نہ کرو..." یہ کہتے ہی دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

محمود نے بھی موبائل جیب میں رکھ لیا... ادھر کوئی کانسٹیبل تالے کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا... اپنے ساتھی کا نصف تک کٹا ہوا ہاتھ انہیں خوف میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی تھا۔

"بے وقوفو... بھاگ جاؤ یہاں سے... کوئی دم میں تمہارے ڈی ایس پی گرفتار ہو جائیں گے... اور پولیس کے بڑے بڑے آفیسر کے ساتھ اسے یہاں آنا پڑے گا... اس کے ساتھ تم بھی مارے جاؤ گے... اگر تم یہ یہ موقع کھو دیا تو پھر اس کے ساتھ تم بھی جیل میں سڑو گے۔" محمود نے بلا کی تیزی سے کہا۔

"یہ... یہ ٹھیک کہہ رہا ہے بھاگو۔"

اور پھر تمام کانسٹیبل وہاں سے دوڑ لگا گئے:

"یہ... یہ کیا ہوا۔" ان کے کمرے والا ایک قیدی مارے حیرت کے بولا۔

"تت... تو آپ واقعی انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"ہاں!" وہ بولے۔

"تب آپ ٹھیک کہہ رہے تھے... ہم غلط تھے..."

"کک کوئی بات نہیں... آپ فکر نہ کریں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"فکر... کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا... فکر نہ کریں۔"

"آپ نے کہا ہے نا... ہم غلط تھے۔"

"آپ... آپ بہت اچھے ہیں... آپ لوگوں کے آتے ہی ہماری مدت کی مصیبت ختم ہونے کے آثار روشن نظر آ رہے ہیں۔"

"بس! یہ سب اللہ کا کرم ہے... ارے ہاں... اب تو یہ لوگ بھاگ ہی رہے ہیں... ہم ابا جان وغیرہ کے آنے تک اندر بند کیوں رہیں... فاروق سلاخیں کاٹ دو۔"

"کک... کیا کہا... سلاخیں کاٹ دو... بھلا آپ سلاخیں کس طرح کاٹیں گے۔"

"اللہ کی مہربانی سے۔"

اور پھر فاروق نے سلاخیں کاٹنے کا کام شروع کر دیا... جلد ہی وہ باہر تھے... اب وہ باقی لوگوں کو نکالنے لگے... ادھر جو لوگ کمروں سے نکلے... انہوں نے ادھر ادھر بھاگ جانا چاہا... لیکن فرزانہ پکار اٹھی:

"اگر آپ بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگیں گے تو ان لوگوں کے ہاتھ لگ جائیں گے... سب یہیں ٹھہریں... ہمارے والد پولیس کے ساتھ یہیں آنے والے

ہیں۔"

انہوں نے ان کی بات مان لی... اب محمود نے پھر انہیں فون کیا اور صورت حال بتائی... سن کر انہوں نے کہا:

"اس کا مطلب ہے... اب ہم ڈی ایس پی گمبوئی کی مدد کے بغیر تم لوگوں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہاں! بالکل۔"

انہوں نے اس عمارت سے باہر نکل کر اردگرد کے علاقے کا جائزہ لیا اور فون پر انہیں بتایا... اس طرح ایک گھنٹے بعد وہ سب لوگ وہاں پہنچ گئے۔ پولیس کی بہت سی گاڑیوں میں پولیس کے جوان بھر کر لائے گئے تھے... انہوں نے وہاں قید سب لوگوں کو باہر نکالا اور ان کے نام پتے اور دوسری تفصیلات درج کرنے لگے... ادھر محمود نے اپنے والد سے کہا:

"لیکن ابا جان... اس طرح تو ڈی ایس پی گمبوئی کو فرار ہونے کا موقع مل جائے گا... آخر اس جگہ پر چھاپے کی خبر اس کو مل جائے گی... اس کے بہت سے ماتحت یہاں سے بھاگ جو نکلے ہیں۔"

"فکر کی ضرورت نہیں... وہ سب گرفتار ہوں گے اور گمبوئی بھی نہیں بھاگ سکے گا... اس کی ذمے داری آئی جی صاحب نے لی ہے۔"

"اوہ... تب تو ٹھیک ہے۔"

اور پھر یہ قافلہ واپس شہر کی طرف روانہ ہوا... عین اس لمحے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی... جونہی انہوں نے فون کان سے لگایا... چلا اٹھے:

"کیا... نہیں۔"

☆☆☆

دھبہ

فون بند کر کے انہوں نے ان تینوں کی طرف دیکھا:

"کیا کوئی بڑی خبر سنی ہے آپ نے۔"

"بڑی سے زیادہ وہ حیرت انگیز خبر ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب؟"

"یہ کہ ڈی ایس پی منیر گمبوئی کی گرفتاری عمل میں نہیں آسکتی۔"

"کیا مطلب؟" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! آئی جی صاحب کے حکم پر اس کے گھر کو فوری طور پر گھیرے میں لیا گیا تھا... لیکن وہ اس سے پہلے ہی گھر سے نکل گیا۔"

"اُف مالک... اب... اب کیا ہوگا... یہ تو بیٹھے بٹھائے سارا کیس چوپٹ ہوگیا۔"

"ایک منٹ ٹھہرو... پہلے میں اکرام سے بات کرلوں۔" یہ کہہ کر انہوں نے موبائل پر بات شروع کردی۔

"ہاں اکرام... ڈی ایس پی منیر گمبوئی کون سے پولیس اسٹیشن میں رہتے ہیں... اور کیا پولیس وہیں سے بھیجی گئی تھی۔"

"ظاہر ہے سر... آئی جی صاحب وہیں فون کرسکتے تھے۔"

"اور وہ کون سا علاقہ ہے۔"

"انسپکٹر ثاقب حجازی کا... جن کی لاش کے کیس پر آپ کام کر رہے ہیں۔"

"اوہ... اوہ" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا، پھر انہوں نے کہا:

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ڈی ایس پی منیر گمبوئی فرار ہو جائے گا... ٹھہرو... ذرا میں شیخ صاحب سے بات کر لوں... ایسا کیسے ہوا۔"

"آپ کو فون پر یہ اطلاع دی کس نے؟"

"اکرام نے۔"

انہوں نے کہا اور آئی جی صاحب کے نمبر ملانے لگے، سلسلہ ملنے پر انہوں نے کہا:

"سر! یہ کیسے ہوا۔"

"میں خود حیران ہوں... میں نے جو پولیس اسٹیشن کے عملے کو ہدایات دی تھیں کہ نہایت خفیہ انداز میں ڈی ایس پی گمبوئی کے گھر پر چھاپہ مار کر انہیں گرفتار کر لیا جائے، لیکن جب چھاپہ مارا گیا... تو وہ گھر میں نہیں تھے... جب کہ اطلاعات کے مطابق وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر میں موجود تھے۔"

"ہوں۔ خیر... دیکھ لوں گا..."

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے:

"ہمیں ابھی اور اسی وقت منیر گمبوئی کے گھر جانا ہے... یہاں یہ لوگ اپنا کام کر ہی لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" تینوں نے ایک کہا۔

انہوں نے خفیہ فورس کو ان کے بارے میں ہدایات دیں اور منیر

گمبوئی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے:

"تو کیا ابا جان! آپ کا خیال ہے... وہ گھر ہی میں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔"

"کچھ کہ نہیں سکتا... ہم اندر کی تلاشی لیں گے... ہو سکتا ہے، وہاں کوئی خفیہ جگہ ہو یا کوئی تہ خانہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں! اس کا امکان ہے۔"

اور پھر وہ ڈی ایس پی منیر گمبوئی کے گھر کے سامنے پہنچ گئے... محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا... جلد ہی ایک ملازم باہر نکلا:

"جی فرمایئے!"

"ہمیں اس گھر کی تلاشی لینی ہے..."

"اس گھر کی تلاشی لی جا چکی ہے... پولیس اسٹیشن سے عملہ آیا تھا... اچھی طرح تلاشی لے کر جا چکا ہے۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہمارا وقت نہ ضائع کریں... ہمیں نئے سرے سے تلاشی لینی ہے... ظاہر ہے، اندر ڈی ایس پی صاحب تو ہوں گے نہیں... لہٰذا گھر میں جو افراد موجود ہیں... وہ ایک طرف ہو جائیں... کسی کمرے میں کوئی نہ رہ جائے... البتہ ہمارے ساتھ گھر کا ایک فرد ساتھ رہ سکتا ہے..."

"آپ کے پاس وارنٹ ہیں۔" اس نے اور زیادہ بُرا منہ بنایا۔

"ہاں اور کیا... آپ کسی ذمے دار کو بلائیں۔"

"ذمے دار... کیا میں آپ کو غیر ذمے دار نظر آ رہا ہوں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"آپ اس گھر کے ملازم ہیں نا۔"

"ملازم تو ہوں... پر بہت پرانا ملازم ہوں... یہ لوگ مجھے گھر کا ایک فرد ہی خیال کرتے ہیں۔"

"چلیے پھر آپ ہی اس وارنٹ کو پڑھ لیں... اگر پڑھنا آتا ہے تو۔"

"آپ کا مطلب ہے... میں وارنٹ پڑھ نہیں سکوں گا۔" وہ جھلا اٹھا۔

"آپ مطلب کو چھوڑیں..." انہوں نے تنگ آ کر کہا اور وارنٹ اس کے سامنے کر دیے... اس نے کاغذ ہاتھ میں لے لیا اور لگا پڑھنے... اچانک اس کے چہرے پر حیرت پھیل گئی... پریشانی کے عالم میں اس کے منہ سے نکلا:

"ٹھیک ہے... گھر میں اس وقت میرے علاوہ کوئی نہیں ہے... ڈی ایس پی صاحب تو پہلے ہی نہیں ہیں... اب گھر کے تمام افراد بھی گاؤں چلے گئے ہیں... اور یہاں صرف میں ہوں۔"

"خوب... آپ کا نام؟"

"دانش خان۔" اس نے کہا۔

پھر وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے... کوٹھی بہت بڑی تھی... اس میں کئی کمرے تھے... دو کشادہ ڈرائنگ روم تھے... چاروں طرف درخت اور پودے لگائے گئے تھے... غرض بہت خوش نما عمارت تھی۔

انہوں نے اپنا کام شروع کیا... ایک ایک کمرے کو دیکھا... چھت کو بھی دیکھا... فرشوں کو ٹھوک بجا کر دیکھا... دیواروں کا بھی جائزہ لیا۔ دیواروں پر جہاں کہیں فریم لگے نظر آئے... انہیں بھی ہٹا ہٹا کر دیکھا... ڈی ایس پی کے کہیں آثار نظر نہ آئے... آخر وہ تھک ہار کر صحن میں آ گئے:

"ان کے گھر والے گاؤں کس لیے گئے ہیں۔"

"گاؤں میں ان کا سارا خاندان آباد ہے... اکثر جاتے رہتے ہیں۔"

"واپس کب آئیں گے۔"

"اس مرتبہ کئی ماہ بعد گئے ہیں... لہٰذا پندرہ دن سے پہلے نہیں آئیں گے۔"

"شکریہ! گاؤں کا نام بتائیں۔"

"گویا آپ اب گاؤں جائیں گے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ضرورت پڑی تو۔"

"اچھی بات ہے، گاؤں کا نام فاضل پور... کیا اب مجھے اجازت ہے۔"

"ہاں بس... ہم چلتے ہیں۔"

وہ مایوسانہ انداز میں باہر نکل آئے... دانش خان نے دروازہ بند کر لیا... گاڑی میں بیٹھنے اور وہاں سے چل پڑنے کے بعد انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

"کیا خیال ہے... تم تینوں کا۔"

"کوئی چکر لگتا ہے... ورنہ یہ سب کے سب کیوں غائب ہوئے۔"

"ہاں! اور یہ ملازم بھی کافی چالاک نظر آتا ہے... کیوں نہ آج رات ہم اس کوٹھی میں گزاریں۔"

"ارے باپ رے... آپ کا مطلب ہے... ایک بار پھر ہمیں اس کوٹھی میں جانا ہوگا۔"

"ہاں! کیا حرج ہے... اگر یہ لوگ کوئی چکر نہیں چلا رہے ہیں تو اندر کے حالات جوں کے توں نظر آئیں گے... لیکن اگر یہ چکر چلا رہے ہیں تو اندر ہمیں ضرور کچھ دیکھنے کو ملے گا۔"

"اچھی بات ہے... اس وقت تو پھر گھر چلتے ہیں... رات کو آ جائیں گے۔"

"اس سے پہلے ہمیں یہاں چند خفیہ فورس کے کارکن متعین کرنے پڑیں گے..." انہوں نے کہا اور کارکن نمبر 1 کو ہدایات دینے لگے...

"آپ فکر نہ کریں سر... پوری احتیاط سے نگرانی کی جائے گی۔" ادھر سے نمبر 1 نے کہا۔

"ہم یہیں موجود ہیں... جب تک تم میں سے کم از کم ایک یہاں نہیں پہنچ جاتا... ہم یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔"

"میں فوراً پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔" نمبر 1 نے گھبرا کہا۔

"خیر... اس میں گھبرانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے... ہم جلدی میں نہیں ہیں... یہاں سے گھر ہی جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے اس کے اطمینان کے لیے بتایا۔

"جی... جی اچھا!" اس نے ہنس کر کہا۔

پھر خفیہ فورس کے وہاں پہنچنے پر انہوں نے گھر کی راہ لی... بیگم جمشید نے انہیں دیکھ کر بڑا سا منہ بنایا اور بولیں:

"وقت مل گیا آپ کو گھر آنے کا۔"

"وقت مل گیا تبھی تو آئے ہیں... لیکن جلدی ہی پھر جانا ہے... لہٰذا جو کھلانا پلانا ہے کھلا دیں۔"

"حد ہو گئی۔" وہ جھلا اٹھیں اور وہ مسکرا دیے۔

رات کے بارہ بجے وہ گھر سے نکلے... ڈی ایس پی منیر گمبوئی کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر وہ جیپ سے اترے... اور تاریکی میں رہتے ہوئے کوٹھی کی طرف بڑھنے لگے... کوٹھی کے پچھلے حصے میں انہیں ایک پائپ چھت تک جاتا نظر آیا... ان کے چہرے کھل اٹھے:

"چلو بھئی... شروع کرو اپنا کام۔" محمود مسکرایا۔

فاروق نے بڑا سا منہ بنایا اور پائپ پر چڑھنے لگا... جلد ہی وہ چھت پر نظر آیا... اس نے ان کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور زینے کی طرف بڑھا... آسمان پر تارے پوری طرح نکلے ہوئے تھے... اس لیے چھت صاف نظر آ رہی تھی... زینے کا دروازہ بھی اندر سے بند نہیں تھا... گویا فاروق کا کام بالکل آسان تھا... اچانک اسے خیال آیا... کہیں جان بوجھ کر تو اس کے لیے آسانی پیدا نہیں کر دی گئی... اور وہ نیچے اترتے ہی پھنس جائے... پھر اس نے سر کو جھٹکا دیا... جیسے کہ رہا ہو:

"جو ہو گا دیکھا جائے گا... جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔"

وہ اللہ کا نام لے کر سیڑھیاں اترتا چلا گیا... دن میں وہ کوٹھی کو اندر سے دیکھ چکا تھا... اس لیے صدر دروازے تک پہنچنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوئی... لیکن یہ دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے کہ دروازے پر اندر کی طرف تالا لگا ہوا تھا... اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ماسٹر کی نکال کر تالے پر جھک گیا... جلد ہی تالا کھل گیا... اس نے دروازہ کھولا... فوراً ہی انسپکٹر جمشید محمود اور فرزانہ اندر آ گئے۔

اب انہوں نے پنسل ٹارچ کی مدد سے تلاشی کا کام شروع کیا... ایک ایک کر کے انہوں نے ساری کوٹھی دیکھ ڈالی... سب سے آخر میں دو کمرے رہ گئے... ان میں سے ایک کمرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا اور دوسرے میں دانش خان گہری نیند کے مزے لے رہا تھا... باقی پوری کوٹھی میں کوئی نہیں تھا... انہوں نے ایک رومال سنگھا کر دانش خان پر ہلکی بے ہوشی طاری کر دی اور اس کمرے کا بھی بغور جائزہ لے ڈالا... اس میں بھی کچھ نہ ملا... اب وہ اس آخری کمرے کے دروازے پر آئے... اس کا تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئے...

"حیرت ہے... یہاں کوئی چیز نہیں ہے... لیکن دروازے پر تالا لگایا گیا ہے..." فرزانہ بڑبڑائی۔

"ہے کیوں نہیں... دیوار پر تمہیں فریم شدہ اتنی بڑی سینری نظر نہیں آ رہی؟" فاروق بولا۔

"لیکن اس کے لیے تالا لگانے کی تو کوئی تک نہیں بنتی۔" محمود نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا خبر... اس کی کوئی خاص اہمیت ہے... ورنہ اس کے علاوہ تو کمرے میں کچھ بھی نہیں ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ان کے جملے سنے اور فریم کی طرف بڑھ گئے... پہلے تو انھوں نے اس کے پیچھے کی طرف دیوار کا جائزہ لیا... پھر اسے ہلا جلا کر دیکھا... لیکن کچھ نہ ہوا... پھر اچانک انھیں اس کے ایک کونے پر سرخ رنگ کا ایک دھبہ نظر آ گیا۔

"اوہو... یہ... یہ دھبہ کیسا ہے؟"

"خون کا ہوگا... اور کیا ہو سکتا ہے۔" فاروق بے خیالی کے انداز میں بولا۔

انسپکٹر جمشید نے انگلی اس دھبے پر رکھ دی... اچانک ان کے منہ سے چیخ نکل گئی... دوسرے ہی لمحے وہ تڑ سے گرے اور ساکت ہو گئے... عین اس لمحے کمرے کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ کھل گیا...

اور کوٹھی میں ایک ہولناک قہقہہ گونج اٹھا۔

☆☆☆

وہ چیز

محمود، فاروق اور فرزانہ بوکھلا اٹھے، قہقہہ کسی صورت رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا... پھر کسی نے خوفناک آواز میں کہا:

"کیوں... میں نے کیا کہا تھا... یہ لوگ ہمارے جال میں آئیں ہی آئیں... اسی لیے میں نے کہا تھا... دانش خان کو ایک کمرے میں سلا دیتے ہیں... اور ہم میں سے کوئی سامنے نہ آئے... چلو چھٹی ہوئی..."

"لیکن باس! اب کرنا کیا ہے۔"

"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں... گیس چھوڑ دو... یہ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ سانس روک سکتے ہیں... رہ گئے انسپکٹر جمشید... وہ بے ہوش ہیں... سانس روک ہی نہیں سکیں گے... کیوں..."

"ٹھیک ہے باس۔"

انہوں نے یہ جملے سنے تو اور زیادہ پریشان ہو گئے... ان کے والد واقعی بے ہوش تھے... اور وہ واقعی پانچ منٹ سے زیادہ دیر تک سانس روک سکتے تھے:

"محمود جلدی کرو... چاقو نکالو..." فرزانہ نے سرگوشی کی۔

محمود نے چاقو نکال لیا اور اشارہ سے پوچھا:

"کیا کرنا ہے۔"

"اس طرف کھڑکی موجود ہے... اس میں سلاخیں لگی ہیں..."

"اوہ... اوہ" ان پر جوش طاری ہو گیا۔

ادھر کمرے میں گیس آنا شروع ہو گئی... محمود نے سلاخوں پر چاقو چلانا شروع کر دیا... ساتھ ہی وہ سانس بھی روک رہے تھے... انہیں زیادہ فکر اپنے والد کی تھی... کیونکہ وہ بے ہوش تھے اور سانس نہیں روک سکتے تھے... آخر ایک ایک کر کے سلاخیں کٹ گئیں... اتنی دیر میں ان کی حالت کافی خراب ہو چکی تھی... اس حالت میں ان تینوں کے لیے اپنے والد کو اٹھا کر کھڑکی کے دوسری طرف گرا دینا بہت مشکل تھا... لیکن انہیں یہ کام کرنا تھا... یہ ان کی زندگی اور موت کا مسئلہ تھا... تینوں نے مل کر انہیں اٹھانے کی کوشش کی، لیکن اٹھا نہ سکے... پھر انہیں گھسیٹنے کی کوشش کی تو اس میں انہیں کامیابی ہوئی... اس طرح انہیں کچھ حوصلہ ہوا... وہ ایک ایک انچ کر کے آخر انہیں کھڑکی تک لے آئے... اب مسئلہ تھا انہیں اٹھانے کا... لیکن کھڑکی کی اونچائی تک اٹھانا ان کے بس کی بات نہیں تھی... ان کی اپنی جان نکلی جا رہی تھی... سانس روکنے کی وجہ سے طاقت جواب دے چکی تھی... لیکن پھر اچانک کھڑکی کی طرف سے ہوا کا تیز جھونکا آیا اور پھر تو ہوا کے جھونکے شروع ہو گئے... باہر اچانک آندھی شروع ہو گئی...

"اب سانس روکنے کی ضرورت نہیں..." محمود نے دبی آواز میں کہا۔

وہ سانس لینے لگے... اب جو انہوں نے اپنے والد کو مل کر اٹھایا تو وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے...

"اونچائی زیادہ نہیں ہے... اور اس طرف گھاس بھی موجود ہے... لہٰذا ابا جان کو چوٹ نہیں لگے گی... لٹکا کر چھوڑ دیتے ہیں۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیے... انسپکٹر جمشید کو دوسری طرف لٹکانے اور

ہاتھ چھوڑنے کے بعد وہ خود بھی دوسری طرف کود گئے... کچھ دیر تک وہ اپنے سانس بحال کرتے رہے... آخر انہوں نے اپنے والد کو ہلایا جلایا... انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

"اوہ... وہ... وہ سرخ دھبہ... اس میں دراصل کرنٹ تھا... پورا کرنٹ... لیکن یہ کیا... ہم کہاں ہیں۔"

"اسی کمرے کے ساتھ باغ میں... انہوں نے کمرے میں گیس چھوڑ دی تھی... تاکہ ہم سب کمرے میں دم گھٹ کر مر جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو ہماری زندگی منظور تھی... ہمارا چاقو کام آیا... ہم نے کھڑکی کی سلاخیں کاٹ دیں... اور آپ کو ادھر اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"یہ لوگ کوٹھی ہی میں کہیں چھپے ہوئے تھے... جونہی آپ بے ہوش ہوئے... انہوں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔"

"ہوں..."

کچھ دیر تک لمبے لمبے سانس لینے کے بعد انسپکٹر جمشید معمول پر آ گئے... اور اٹھ کھڑے ہوئے... انہوں نے اکرام کو فون کیا... اسے ہدایات دیں... پھر خفیہ فورس کے نمبر ایک سے رابطہ کیا... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی:

"یس سر۔"

"کہاں ہو بھئی۔"

"کوٹھی کے باہر ہی موجود ہیں سر۔"

"کیا تمہیں پتا ہے... اندر کیا ہوا ہے۔"

"نہیں سر... ہمیں تو باہر تک ہی رہنے کی ہدایت دی تھی آپ نے۔"

''اوہ ہاں! یہ تو ہے... خیر... یہ بتاؤ... جب سے ہم اندر داخل ہوئے ہیں... کوئی یہاں سے باہر تو نکلتا نظر نہیں آیا۔''

''جی نہیں سر۔''

''اور کوئی اندر داخل ہوتا نظر آیا۔''

''نہیں سر۔''

''اچھی بات ہے... تم بدستور اپنی ڈیوٹی دیتے رہو... کوئی باہر نکلے تو اس کا تعاقب کیا جائے گا۔''

''جی اچھا۔'' باہر سے کہا گیا۔

''میں نے اکرام کو فون کیا ہے... وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ پہنچے تو ان لوگوں کو اندر داخل ہونے دیا جائے۔''

''جی اچھا۔''

انہوں نے فون بند کر دیا... وہ بدستور وہیں بیٹھے رہے... کیونکہ ابھی انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ دشمن اندر ہی موجود ہیں یا فرار ہو چکے ہیں اور فرار ہوئے ہیں تو کس راستے سے...

پندرہ منٹ بعد اکرام وہاں پہنچ گیا... اس نے موبائل کے ذریعے پہلے ان سے رابطہ کیا... انہوں نے صورت حال بتائی اور ہدایات دیں... اکرام نے پہلے تو سپیکر پر اعلان کر دیا کہ اندر جو لوگ ہیں... وہ ہاتھ اٹھا کر باہر آ جائیں... ورنہ ان کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی... جب اس اعلان پر کوئی باہر نہ آیا تو اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ اسلحہ ہاتھوں میں لیے اندر داخل ہوا... انہوں نے پوری کوٹھی چھان ماری... لیکن اندر کوئی بھی نہ ملا... یہاں تک کہ کوٹھی کا ملازم دانش خان بھی نہ ملا... حالانکہ انہوں نے اسے سوتے پایا تھا۔

''حیرت ہے... بھلا وہ کس طرف سے فرار ہوئے ہیں... باہر تو خفیہ فورس کے لوگ موجود ہیں۔''

''چھت کے ذریعے...'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''اوہ ہاں... آؤ... ذرا چھت کو دیکھ لیں۔''

وہ چھت پر آئے... چھت کا جائزہ لیتے ہی انہوں نے جان لیا کہ چھت کے ذریعے کسی سمت میں نکل جانے کا کوئی امکان نہیں تھا... اب تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ آخر مجرم کس طرف سے نکلنے میں کامیاب ہوئے جب کہ باہر خفیہ فورس موجود تھی... ایسے میں فرزانہ بول اٹھی:

''جب ہم آئے تھے تو یہاں ایک کمرے میں صرف دانش خان سو رہا تھا... اور ہمیں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا... لیکن جب ہم اس کمرے میں داخل ہو گئے تو کمرے کا دروازہ باہر سے اچانک بند کر دیا گیا تھا... گویا وہ کسی جگہ چھپے ہوئے تھے... اچانک وہاں سے نکلے اور انہوں نے ہمیں کمرے میں قید کر دیا... دانش خان تو اس وقت بے ہوش تھا... ہمیں کمرے میں قید کر کے وہ خود تو فرار ہوئے ہیں... دانش خان کو بھی لے گئے... اور خفیہ فورس والوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے کسی کو باہر نکلتے نہیں دیکھا... ان کی نظر صرف دروازے پر نہیں تھی... چاروں طرف تھی... اس کا صرف اور صرف ایک ہی مطلب ہے... اور وہ یہ کہ اس کوٹھی میں کوئی تہ خانہ موجود ہے۔''

''بالکل ٹھیک فرزانہ! میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں... ہمیں اس تہ خانے کو تلاش کرنا ہوگا... وہ اس تہ خانے میں موجود ہیں اور دانش خان بھی تہ خانے میں ہوگا...''

''چلیے پھر اب تہ خانے کی تلاش شروع کرتے ہیں۔''

ان پر جوش سوار ہو گیا... انہوں نے تمام کمروں کے فرشوں اور دیواروں کو خوب ٹھوک بجا کر دیکھا... آخر ایک کمرے کے فرش میں انہیں ایک چوکور خانہ نظر آ گیا... انہوں نے اس میں ہاتھ ڈالا تو اندر لیور موجود تھا، اس کو دبانے کی دیر تھی کہ دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا... ہم خالی ہاتھ ہیں ابا جان...'' فاروق نے گویا خبردار کیا۔

انسپکٹر جمشید نے فوراً دروازہ بند کر دیا اور خفیہ فورس کو اندر آنے کے لیے کہا... اسی وقت پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں بھی سنائی دیں... گویا اکرام بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ پہنچ گیا تھا...

اب وہ سب اندر آ گئے... ایک بار پھر تہ خانے کا دروازہ کھولا گیا... خفیہ کارکن اور اکرام وغیرہ پوزیشن لے چکے تھے... چنانچہ سپیکر پر اعلان کیا گیا:

''تہ خانے میں موجود لوگ ہاتھ اٹھا کر اوپر آ جائیں... ورنہ دھوئیں کا بم مار کر سب کو بے ہوش کر دیا جائے گا۔''

چند لمحے خاموشی طاری رہی... آخر نیچے سے آواز آئی:

''ہم آ رہے ہیں... آپ فائر نہیں کریں گے۔''

''اگر تم لوگوں نے کوئی غلط حرکت نہیں کی تو ہم فائرنگ نہیں کریں گے۔''

جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دینے لگیں اور پھر اوپر آنے والوں کے سر نظر آ گئے... انہوں نے دیکھا... ان میں ڈی ایس پی گمبوئی اور دانش خان تھے... چند آدمی اور بھی تھے... وہ شکل سے بھی جرائم پیشہ لگ رہے تھے... فوراً ہی ان سب کو گرفتار کر لیا گیا...

انسپکٹر جمشید نے آئی جی صاحب اور دوسرے آفیسر کو فون کر دیا... وہ بھی فوراً وہاں پہنچ گئے... اب سب کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے... کمرہ کافی

کشادہ تھا... سب کی نظریں ڈی ایس پی منیر گمبوئی پر جمی تھیں... گویا سب چاہتے تھے کہ اپنی کہانی خود بیان کر دے... جب وہ کچھ نہ بولا تو آئی جی شیخ نثار احمد نے کہا:

''ہم سب آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں... آپ وضاحت کریں... یہ سب کیا ہے۔''

''یہ تو آپ ان حضرات سے پوچھیے... میری کوٹھی میں غیر قانونی طور پر یہ حضرات داخل ہوئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... انسپکٹر جمشید آپ شروع کریں... آپ یہاں کیسے آئے تھے۔''

''یہ ایک بہت عجیب و غریب کہانی ہے...''

''ہم سننا پسند کریں گے۔'' آئی جی بولے۔

''جی اچھا! یہ کہانی شروع ہوتی ہے انسپکٹر ثاقب حجازی کی لاش کے ملنے سے... انسپکٹر ثاقب اس رات اپنے پولیس اسٹیشن سے گھر کے لیے روانہ ہوئے تھے، لیکن وہ گھر نہیں پہنچے... چونکہ یہ کوئی عجیب اور پریشانی والی بات نہیں تھی... پہلے بھی ایسا ہوتا رہتا تھا... اس لیے گھر والوں نے خاص توجہ نہ دی۔ محمود اور فاروق صبح کی سیر کے لیے نکلے تو انہیں ایک جگہ درختوں کے درمیان میں ایک کدال پڑی نظر آئی... اس کدال کے پاس قدموں کے واضح نشانات تھے... یہ نشانات ایک سمت میں جا رہے تھے... یہ اس سمت میں چل پڑے... نشانات جہاں ختم ہوئے، وہاں زمین کھودے جانے کے آثار نظر آئے... انہوں نے اس علاقے کے پولیس انسپکٹر کو فون کر دیا... انسپکٹر شاہین راجہ وہاں پہنچ گئے... گڑھے سے مسخ شدہ لاش ملی، لیکن گھر کے افراد نے اسے پہچان لیا... اس طرح معلوم ہوا، رات کچھ لوگوں نے انسپکٹر ثاقب کو قتل کر دیا تھا... ان کے پولیس اسٹیشن کا رجسٹر دیکھنے پر پتا چلا... ان دنوں یہ سردار کالے خان

اور نواز شہباز نوری کے کیسوں میں خاص دلچسپی لے رہے تھے... ان تینوں نے پہلے سردار کالے خان سے ملنے کا پروگرام بنایا... سردار کالے خان سے ملاقات ہوئی... لیکن وہ بے ضرر نظر آیا... محمود، فاروق اور فرزانہ وہاں سے واپس آنے لگے... تو فرزانہ کے کانوں میں ایک چیخ کی آواز گونجی... اب انہوں نے کوٹھی کی تلاشی کا پروگرام بنایا... اور تلاشی لینے کے لیے پہنچ گئے... کالے خان نے چوں چرا کی اور ڈی ایس پی منیر گمبوئی صاحب کو وہاں بلالیا... ڈی ایس پی نے ساری کہانی سنی اور انہیں غیر قانونی تلاشی لینے کے سلسلے میں گرفتار کرنا چاہا... انہوں نے اپنا خصوصی اجازت نامہ انہیں دکھادیا... لیکن اس کے باوجود ڈی ایس پی نے انہیں گرفتار کرلیا۔

"کیا... یعنی انہوں نے صدر صاحب کے اجازت نامے کو نہیں مانا۔"

"جی ہاں! انہوں نے انہیں پولیس کی گاڑی میں بٹھا کر لے جانے کا حکم دیا... انہیں گاڑی میں بٹھا کر وہاں سے لے جایا گیا... لیکن کسی پولیس اسٹیشن میں نہیں لایا گیا..."

"تب پھر؟"

"ایک پرائیوٹ جیل میں لے جایا گیا۔"

"نن نہیں..." آئی جی صاحب چلا اٹھے۔

"جی ہاں! وہ جیل ڈی ایس پی منیر صاحب کی جیل تھی... یہ وہاں مال داروں کو قید کر کے انہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے... وہیں انہیں لے جایا گیا... یہ وہاں سے چاقو کی مدد سے نکل آئے... انہوں نے مجھے فون کیا... میں وہاں پہنچ گیا... اب ظاہر ہے... ہمارے پاس ڈی ایس پی صاحب کو گرفتار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا... چنانچہ ہم نے ان کی گرفتاری کے وارنٹ حاصل کیے اور وہاں پہنچ گئے... لیکن ڈی ایس پی صاحب غائب ہو چکے تھے... وہاں صرف ان کا ملازم دانش

خان ملا... اس نے بتایا کہ ڈی ایس پی صاحب کے بارے میں انہیں کوئی علم نہیں ہے... ہم نے رات کے وقت خفیہ طور پر کوٹھی کی تلاشی لینے کا پروگرام ترتیب دیا... کیونکہ ہمارے خیال میں ڈی ایس پی صاحب کوٹھی میں ہی کہیں چھپے ہوئے تھے... اس طرح ہم رات کے وقت چھت کے راستے کوٹھی میں داخل ہوئے... اندر صرف دانش خان سوتا نظر آیا... ہم نے اسے بے ہوش کردیا تھا کہ بے فکری سے تلاشی لے سکیں... اس طرح ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے تو اچانک کمرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا اور کمرے میں گیس چھوڑ دی گئی... مجھے کمرے میں ایک فریم کو چھونے کی وجہ سے کرنٹ لگا... میں بے ہوش ہو گیا... ایسے میں کمرے میں گیس آنا شروع ہوگئی... وہ تو داد دیجیے... محمود، فاروق اور فرزانہ کو... انہوں نے ایسے مشکل وقت میں اپنے حواس بحال رکھے... اور کھڑکی کی سلاخیں کاٹ کر مجھے کمرے سے باغ کی طرف گرادیا... اس طرح ہم چاروں کی جان بچ سکی... اب ہم نے جائزہ لیا... خفیہ فورس کے کارکنوں کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد کوٹھی سے کسی کو باہر جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا... نہ کوئی باہر سے اندر داخل ہوا... ہم نے چھت کا بھی جائزہ لیا... چھت کے راستے بھی فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا، اس طرح ہم نے جان لیا کہ کوٹھی میں کوئی خفیہ تہ خانہ موجود ہے... ہم نے اس تہ خانے کو تلاش کرلیا... اس طرح یہ لوگ تہ خانے سے نکال لیے گئے اور اب آپ کے سامنے پیش ہیں۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہوگئے۔

"لیکن جمشید... تم نے یہ وضاحت نہیں کی کہ انسپکٹر ثاقب کا قاتل کون ہے... اور کیوں اس غریب کی جان لی گئی... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس قتل کا ذمے دار سردار کالے خان ہے۔"

"اس قتل کا ذمے دار سردار کالے خان نہیں ہے۔" انہوں نے انکار میں سر

ہلایا۔

"تب پھر... کیا ڈی ایس پی منیر ہیں... لیکن یہ بھلا کیوں یہ کام کرتے۔"

"اس کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"انسپکٹر ثاقب کو کسی طرح ڈی ایس پی منیر کے پرائیوٹ قید خانے کا پتا چل گیا تھا... اور اسی لیے اس بے چارے کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا گیا... محمود، فاروق اور فرزانہ کو قید خانے میں چونکہ ڈی ایس پی منیر صاحب نے بھیجا تھا... لٰہذا یہ تو پکے مجرم ثابت ہو جاتے ہیں... رہ گئی یہ بات کہ سردار کالے خان کا اس قتل سے کوئی تعلق ہے یا نہیں... اس بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا... لیکن اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ڈی ایس پی صاحب سے ساری کہانی اگلوا سکتا ہوں۔"

"اب جب کہ یہ ایک گھناؤنے جرم کے مجرم ثابت ہو چکے ہیں... تو ان کے ساتھ رعایت کیسی... قانون کا محافظ ہوتے ہوئے انہوں نے تو قانون کو پامال کیا ہے... تم ان کے ساتھ جو سلوک چاہو... کر سکتے ہو... لیکن اس سے پہلے عدالت سے اجازت لینا بہتر ہو گا۔"

"ٹھیک ہے سر... آپ فکر نہ کریں... پہلے تو ہم ان سے یہ معلوم کریں گے کہ سردار کالے خان کہاں ہیں... ان کی کوٹھی میں چیخ کی آواز کس کی تھی... ہمیں اس کوٹھی کی بھی تلاشی لینا ہو گی... لٰہذا پوری کہانی آپ کو ہم کل سنائیں گے..."

"کوئی بات نہیں جمشید... یہ کامیابی بھی بہت بڑی کامیابی ہے... انسپکٹر ثاقب کا قاتل جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہو... بس میں تو یہ چاہتا ہوں... اور وجہ بھی معلوم ہونی چاہیے۔"

"سردار کالے خان کے پاس تو کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی... جب کہ پرائیوٹ جیل ایک بہت بھیانک جرم ہے... میرا خیال یہی ہے کہ انسپکٹر ثاقب کو اس جیل کا سراغ مل گیا تھا... اب ڈی ایس پی صاحب کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ انسپکٹر ثاقب کو ٹھکانے لگا دیا جائے... لٰہذا جب وہ رات کے وقت اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں اچک لیا گیا... اور جنگل میں لے جا کر ہلاک کر دیا گیا..."

"ٹھیک ہے جمشید... اب ہم اس سلسلے میں کل جمع ہوں گے... تم اپنا کام ہر لحاظ سے مکمل کر لو۔" یہ کہتے ہوئے آئی جی صاحب کھڑے ہو گئے۔

جلد ہی وہ سردار کالے خان کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... وہاں اب اُلو بول رہے تھے... گیٹ پر بڑا سا تالا نظر آیا... وہ تالا توڑ کر اندر داخل ہو گئے... پوری کوٹھی کی تلاشی لی گئی... وہاں کسی کی موجودگی کے آثار وہاں نظر نہ آئے... اچھی طرح تلاشی لینے اور چیزوں پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لینے کے بعد وہ واپس جانے کے لیے مڑے... ایسے میں فاروق کی نظر کسی چیز پر پڑی... اچانک اس کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا:

"ارے! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

☆☆☆

بٹن

اس کی نظریں فرش پر جمی تھیں... فرش کی ٹائلوں میں ایک ننھی سی کپڑے کی دھجی پھنسی ہوئی تھی... اور وہ برابر اسے دیکھے جا رہا تھا:

"کیا ہو گیا... کیا نظر آ گیا فرش میں۔"

"کپڑے کی دھجی... کیا یہ بات عجیب نہیں۔"

"بھئی جب یہ فرش لگایا جا رہا تھا... یہ دھجی پھنس گئی کہیں... مستری نے دھیان نہیں دیا اور بس یہ اسی طرح رہ گئی..." محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"لیکن یہ دھجی بالکل نئی ہے... جیسے ابھی ابھی کسی کے کپڑے سے الگ ہوئی ہو... کہیں اس فرش کے نیچے تہ خانے کا دروازہ تو نہیں... اور ان لوگوں نے ہمیں دیکھ کر فوراً تہ خانے میں جانے کی کی ہو اور اس طرح جلدی میں یہ دھجی یہاں پھنس گئی۔" فاروق نے روانی کے انداز میں کہا۔

"اوہ... اوہ۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں جوش تھا۔

"اس ڈبل اوہ کے لیے شکریہ۔"

اب انہوں نے کمرے میں خفیہ دروازہ تلاش کرنے کی مہم شروع کی... آخر کار فرش میں ایک چوکور خانہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے... وہ اس خانے کو دیکھ کر اچھل پڑے... کیونکہ یہ بالکل ایسا ہی تھا... جیسا ڈی ایس پی گمبوئی

کے گھر میں دیکھ چکے تھے... اب ان کے لیے تہ خانہ کھولنا کیا مشکل تھا... فوراً ہی انہوں نے پستول ہاتھ میں لے لیے... سردار صاحب! ہم تہ خانے کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے ہیں... اب آپ کے نیچے چھپے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں... شرافت سے اوپر آ جائیں..."

"ہم بالکل بے گناہ ہیں... آپ پہلے ہماری پوری بات سنیں گے... پھر کوئی فیصلہ کریں گے... یہ نہیں کہ ہم جونہی اوپر آئیں... آپ ہمیں گرفتار کر لیں اور پولیس اسٹیشن لے جا کر حوالات میں بند کر دیں... اور پھر جیل بھیج دیں۔" انہوں نے سردار کالے خان کی آواز سنی... اس نے یہ جملے بہت جلدی جلدی کہے تھے۔

"فکر نہ کریں... ہمارا طریقہ پولیس کے طریقوں سے بالکل مختلف ہے... ہم تو بہت ہی پیار اور محبت سے جرم ثابت کرتے ہیں... اور جب تک ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے، اس وقت تک اسے ہاتھ تک نہیں لگاتے... ہاں کسی کے جرم کا سو فیصد یقین ہو جائے اور وہ اپنے جرم کا اقرار نہ کرے اور ہمارے پاس کوئی ثبوت بھی نہ ہو، اس صورت میں ضرور ایسے شخص کے ساتھ کسی قدر سختی کرتے ہیں... آپ بے فکر ہو کر اوپر آ سکتے ہیں... اگرچہ مجھے یقین نہیں... لیکن اگر آپ کہتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں تو یقین کیے لیتا ہوں... بس قانون کو مطمئن کرنے کے لیے آپ سے ساری بات پوچھی جائے گی۔"

"ہم آ رہے ہیں۔"

جلد ہی سردار کالے خان اپنے گھر کے افراد اور ملازم کے ساتھ اوپر آ گیا... اب وہ گھر کے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے... اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا:

"کچھ دیر پہلے تک اس کیس کے اصل مجرم ہمارے خیال میں آپ ہی ہیں... اب آپ بتائیں... آپ بے گناہ کیسے ہیں۔"

''میں بتاتا ہوں... لیکن پہلے میں جاننا چاہتا ہوں کہ ڈی ایس پی منیر گمبوئی کا کیا بنا؟''

''اسے گرفتار کیا جا چکا ہے۔''

''اللہ کا شکر ہے... آج میں نے یہ خبر سنی۔''

''کیا مطلب... کیا آپ یہ خبر سننے کے لیے ترستے رہے ہیں۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''جی ہاں! یہی بات ہے... اب سنیے! یہ ٹھیک ہے کہ میں ایک مشہور کاروباری آدمی ہوں... اور بہت سے لوگ مجھے کاروبار کے لیے بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں... لیکن میں ان سے کوئی ہیر پھیر نہیں کرتا تھا... ان کی رقمیں نہیں دباتا تھا... بس میں ڈی ایس پی منیر گمبوئی کے جال میں آگیا اور ایسا کرنے پر مجبور ہوگیا۔''

''کیا مطلب؟'' وہ زور سے چونکے۔

''حقیقت یہ ہے کہ منیر گمبوئی ایک بہت بڑا بلیک میلر ہے۔''

''ہاں! یہ اندازہ ہم لگا چکے ہیں... لیکن آپ اس کے جال میں کیسے آگئے۔''

''اس نے میرے خلاف فرضی جرائم کے ثبوت تیار کیے... ان کی رو سے میں قاتل ٹھہرتا ہوں... اب ظاہر ہے... پھانسی کا خوف انسان سے کیا نہیں کراتا... ان فرضی ثبوتوں کے خلاف میرے پاس اپنی بے گناہی کا کوئی ثبوت نہیں تھا... اس لیے اس نے مجھ سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرنا شروع کر دیں... اس طرح میرا کاروبار بری طرح متاثر ہونے لگا... پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مجھے لوگوں کی رقمیں بھی اسے دینا پڑیں... اور اس طرح میرا اعتبار خراب ہوگیا... میری کہانی تو بس اتنی ہے۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

''لیکن جناب! جب ہم آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے کیوں ڈی ایس پی کو بلایا تھا... اس وقت کیوں آپ نے یہ کہانی ہمیں نہ سنائی... اس وقت تو آپ تلاشی دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔''

''اس کی وجہ تھی۔'' اس پریشانی کے عالم میں بولا۔

''اور وہ وجہ کیا تھی۔''

''اس وقت ڈی ایس پی منیر گمبوئی کی ایک امانت یہاں موجود تھی... اور میں اس امانت کی موجودگی میں تلاشی نہیں دے سکتا تھا... اسی لیے میں نے اسے فون کر دیا اور اسی لیے وہ بھاگا آیا... وہ بھی اس امانت کی موجودگی میں تلاشی لینے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا... ورنہ وہ بھی ساتھ ہی پھنستا... اس لیے میں بھی اس وقت مجبور تھا اور وہ بھی... لہٰذا اس نے آپ کے خصوصی اجازت نامے کو بھی نظر انداز کر دیا... کیونکہ ہم دونوں پھنس جاتے۔''

''آخر وہ ایسی کیا امانت تھی۔''

''اس نے ایک دولت مند کی لڑکی کو اغوا کرایا تھا... وقت کی کمی کی وجہ سے وہ وقتی طور پر اس لڑکی کو یہاں چھوڑ گیا... رات کے وقت اس لڑکی کو پرائیوٹ جیل میں قید کرنے کا پروگرام تھا...''

''اوہ... تو ہم نے اس لڑکی کی چیخ سنی تھی۔''

''مجھے نہیں معلوم... کہ آپ نے اس کی چیخ کب سنی تھی...'' اس نے کہا۔

''پھر وہ اس لڑکی کو کب لے گیا۔''

''آپ لوگوں کو یہاں سے جیل کی طرف بھیج دینے کے فوراً بعد ہی لے گیا تھا۔''

"اوہ... وہ لڑکی نہ جانے کہاں ہوگی... اس جیل پر تو اب پولیس کا قبضہ ہے۔"

"یہ تو ڈی ایس پی ہی بتائیں گے۔"

"ہوں! آپ فکر نہ کریں... ہم اس سے معلوم کرلیں گے... اگر آپ کی کہانی سچی ہے تو پھر آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... آپ صاف بچ جائیں گے اور ہم آپ کو گرفتار بھی نہیں کر رہے ہیں، لیکن آپ کو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔"

"آپ ہمیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"ڈی ایس پی منیر گمبوئی کے سامنے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔"

"ویسے آپ کے خلاف اس نے ثبوت کیا تیار کیا تھا۔"

"مجھے ایک فلم دکھائی گئی تھی... اس میں مجھے ایک شخص کو قتل کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا... مجھے نہیں معلوم اس نے وہ فلم کس طرح بنالی... جب کہ میں نے اس شخص کو ہرگز قتل نہیں کیا تھا۔"

"وہ شخص کون تھا..."

"میں نہیں جانتا..."

"کیا وہ فلم آپ کے پاس ہے۔"

"جی نہیں... وہ اس کے قبضے میں ہے... اس نے بتایا تھا کہ اس شخص کے بارے میں اسے تمام تر معلومات حاصل ہیں... اور اگر میں نے کوئی گڑبڑ کی تو وہ فلم کے ساتھ ان معلومات کو بھی عدالت میں پیش کردے گا... اور پھر دنیا کی کوئی عدالت اس ثبوت کو جھٹلا نہیں سکے گی۔"

"اچھا خیر... ہم اس سے وہ فلم حاصل کرلیں گے... اور دیکھ لیں گے کہ

وہ کون شخص ہے... جسے آپ کے ہاتھوں قتل ہوتے دکھایا گیا ہے۔"

"اس سے اچھی بات بھلا کیا ہوگی۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

اب وہ سب پولیس اسٹیشن پہنچے... ڈی ایس پی حوالات میں بند تھا... اسے باہر نکالا گیا... سردار کالے خان کو دیکھ کر اس کا رنگ اڑ گیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ہم ان کی کہانی سن چکے ہیں... اب اگر آپ کا کہنا یہ ہے کہ ان صاحب نے کسی شخص کو قتل کیا تھا اور اس کی فلم آپ کے پاس ہے... یعنی سردار کالے خان کے خلاف عدالت میں وہ فلم ثبوت کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے تو میں آپ کو پہلے ہی بتا دیتا ہوں... عدالت میں آپ سے پوچھا جائے گا... یہ فلم کس نے بنائی... آپ کو کس نے دی... تو عدالت میں آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا... آخر قتل کے وقت فلم کیسے بنائی گئی... اس سوال کا جواب اگر آپ کے پاس ہے تو آپ ضرور یہ بات عدالت میں اٹھایئے گا... لیکن اگر آپ ساری کہانی سچ سچ بتا دیں تو آپ کے حق میں بہتر رہے گا... مجرم تو ہم آپ کو ثابت کر ہی دیں گے... پرائیوٹ جیل والا جرم کوئی معمولی جرم نہیں ہے... اس جرم کا ثبوت بھی ہم پیش کریں گے... اب یہ آپ کی مرضی ہے... جرم قبول کرلیں یا ہمیں دعوت دیں کہ ہم آپ کے خلاف جرم ثابت کردیں۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگئے... ڈی ایس پی منیر گمبوئی چند لمحے سوچ میں ڈوبا رہا... آخر اس نے کہا:

"ٹھیک ہے... میں اپنے جرائم قبول کرتا ہوں... سردار کالے خان کا اپنا جرم کوئی نہیں تھا... میں اسے بلیک میل کرتا رہا ہوں... پرائیوٹ جیل بھی میں نے بنائی تھی... اور اس کے ذریعے میں لوگوں سے دولت حاصل کرتا رہا ہوں..."

"سوال یہ ہے کہ انسپکٹر ثاقب حجازی کو قتل کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی

تھی۔"

"اسے کسی طرح میری پرائیوٹ جیل کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا... وہ اس جیل کا سراغ لگانے کی زبردست کوشش کر رہا تھا... اور مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ اس کا سراغ لگا لے گا اور یہ بات میں کس طرح برداشت کر سکتا تھا... سو میں نے اپنے آدمیوں کو اس کی نگرانی پر لگا دیا۔ ان کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ پولیس اسٹیشن سے جہاں بھی جائے... مجھے اطلاع دی جائے... اور آخر کل رات مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ تھانے سے باہر نکلنے والا ہے، میرے آدمی اس کا تعاقب کرنے کے لیے تیار ہو گئے..."

"لیکن وہ تو اپنے گھر کے لیے روانہ ہوئے تھے... اور پولیس اسٹیشن سے ان کے گھر کا راستہ ایسا راستہ نہیں کہ انہیں قتل کر دیا جائے..."

"میرے آدمیوں نے اسے معلوم نہیں کس طرح گھیرا تھا... میری اب تک ان سے ملاقات نہیں ہوئی... دراصل لاش ملنے کی وجہ سے وہ خوف زدہ ہو گئے اور غائب ہو گئے... میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا..."

"خیر... انہیں ہم تلاش کر لیں گے... ہمارے لیے آپ کا اتنا اقرار جرم کافی ہے..." انسپکٹر جمشید نے تائید طلب نظروں سے باقی حضرات کو دیکھتے ہوئے کہا ۔ ان سب نے بھی سر ہلا دیے... چنانچہ منیر گمبوئی کو حوالات بھیج دیا گیا اور یہ میٹنگ برخاست ہو گئی...

چاروں گھر پہنچے... بیگم جمشید کا موڈ آف تھا... یہ دیکھ کر وہ مسکرانے لگے... آخر ان کی مسکراہٹوں سے گھبرا کر وہ بھی مسکرانے پر مجبور ہو گئیں...

چائے کے دوران انسپکٹر جمشید بولے:

"اس کیس میں ایک الجھن ابھی تک باقی ہے۔"

"جی... کیا مطلب... ایک الجھن ابھی تک باقی ہے... میرا تو خیال تھا کہ تمام الجھنیں ختم ہو چکی ہیں... مجرم نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔"

"ہاں! یہ بات ہے... لیکن اس کے باوجود میں الجھن محسوس کر رہا ہوں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی الجھن محسوس کریں۔"

"ہاں! میں تم تینوں کو الجھن محسوس کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"ایسے میں بیگم جمشید باورچی خانے سے نکلیں... انہوں نے ان کے جملے کا آخری حصہ سن لیا، لہٰذا فوراً بولیں:

"یہ انہیں کس چیز کی دعوت دی جا رہی ہے... جس سے مجھے محروم رکھا جا رہا ہے۔"

"نہیں نہیں بیگم... تم بھی دعوت قبول کرو۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً بولے۔

"شکریہ... دعوت ہے کس چیز کی۔"

"الجھن محسوس کرنے... میں دراصل ایک معاملے میں الجھن محسوس کر رہا ہوں... سو میں نے انہیں بھی دعوت دے دی کہ یہ بھی الجھن محسوس کریں۔"

"ہے کوئی تک؟" بیگم جمشید جھلا اٹھیں اور وہ مسکرانے لگے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"سنو بھئی... انسپکٹر ثاقب حجازی کے پولیس اسٹیشن کے سب انسپکٹر وسیم طاہر نیازی کا کہنا ہے کہ انسپکٹر ثاقب رات کو دس بجے پولیس اسٹیشن سے گھر چلے گئے تھے... لیکن اس رات وہ گھر نہیں پہنچے... ان کی بیوہ کا کہنا ہے کہ ان کی یہ خاص عادت تھی کہ جب گھر کے لیے روانہ ہونے لگتے تو گھر فون ضرور کرتے تھے... اور ایسا

کبھی نہیں ہوا کہ انہوں نے گھر کے لیے چلنے سے پہلے فون نہ کیا ہوا... جس رات وہ گھر نہیں پہنچے... اس رات انہوں نے فون نہیں کیا تھا... اس سے تم کیا مطلب لیتے ہو!"

"صرف اور صرف یہ کہ اس رات وہ گھر کے لیے روانہ ہی نہیں ہوئے تھے..."

"اور سب انسپکٹر وسیم طاہر کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا تھا، وہ گھر جا رہے ہیں..."

"اور اگر وہ گھر جا رہے تھے تو پھر انہوں نے اپنی بیوی کو فون کیوں نہیں کیا..."

"یہ بات واقعی الجھن کی ہے... اور میرے پاس اس الجھن کا ایک حل ہے..." ایسے ہی فاروق نے عجیب انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"کیا کہہ رہے ہو فاروق... الجھن کا حل اور تمہارے پاس؟" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں کیوں... کیا ہوا؟" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میرا مطلب ہے... الجھن کا حل تو فرزانہ کے پاس ہونا چاہیے۔"

"حد ہو گئی۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"فاروق جلدی بتاؤ... اس الجھن کا حل کیا ہے؟"

"یہ رہا حل۔" یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے کوئی چیز نکالی اور ان کے سامنے میز پر رکھ دی۔

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلے:

"ارے! یہ کیا؟"

☆☆☆

کیا!!!

ان کے سامنے میز پر پیتل کا ایک گول بٹن تھا... ایسے بٹن عام طور پر پولیس والوں کے کوٹ میں لگے ہوتے ہیں:

"یہ... یہ ایک بٹن ہے... پولیس کوٹ کا بٹن۔"

"یہ... یہ بٹن کہاں سے ملا۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جب لاش نکالنے کے لیے گڑھا کھودا جا رہا تھا تو اس وقت یہ مجھے مٹی میں نظر آیا تھا۔"

"تت... تمہارا مطلب ہے... یہ... یہ بٹن کسی پولیس مین کا ہے... آؤ... اٹھو... جلدی۔"

وہ جیپ میں بیٹھ کر روانہ ہونے لگے تو بیگم جمشید نے بُرا سا منہ بنایا... وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے... اور پھر وہ انسپکٹر ثاقب حجازی کے پولیس اسٹیشن میں داخل ہوئے... پولیس اسٹیشن کا عملہ چونک اٹھا... سب انسپکٹر وسیم طاہر نیازی دوڑ کر ان کی جیپ تک آیا... ان کی نظریں اس کے کوٹ پر جم گئیں... اس کوٹ کے بٹن بالکل ویسے ہی تھے جیسا ایک بٹن ان کے پاس تھا... لیکن کوٹ کے بٹن پورے تھے... البتہ ایک بٹن باقی بٹنوں کی نسبت نیا نظر آ رہا تھا۔

"آپ کا یہ بٹن دوسرے بٹنوں کی نسبت نیا کیوں ہے؟" انسپکٹر جمشید نے

جیپ سے اترتے ہوئے کہا۔

"جی... کیا مطلب؟" وہ بُری طرح اچھلا۔

"تو انسپکٹر ثاقب کی لاش کو جب گڑھے میں دبایا جا رہا تھا، آپ بھی اس وقت وہاں تھے۔"

"کیا... نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

"اور یہ آپ تھے... جس نے ڈی ایس پی منیر گمبوئی کو اطلاع دی تھی کہ..."

"نہیں نہیں۔" وہ مارے خوف کے چلایا۔

"چلو اب تم خود اپنی کہانی سناؤ۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے پستول اس پر تان دیا۔

"کک! کہانی۔" آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"آپ ہی وہ شخص ہیں... جو انسپکٹر ثاقب کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا... آپ ڈی ایس پی منیر گمبوئی کے جرائم میں اس کے مددگار چلے آ رہے تھے... ادھر انسپکٹر ثاقب کی وجہ سے آپ اپنے جرائم جاری نہیں رکھ پا رہے تھے... آپ نے سوچا... کیوں نہ ڈی ایس پی منیر سے ایک کام اپنا بھی لے لیا جائے... آپ نے منیر گمبوئی سے کہا کہ انسپکٹر ثاقب آپ کے راستے کا روڑا ہے... لٰہذا میرے لیے اسے بھی راستے سے ہٹا دیں... جہاں آپ اتنے لوگوں کو ہٹاتے ہیں، اغوا کراتے ہیں... ایک آدمی کو میرے لیے بھی ٹھکانے لگا دیں... ڈی ایس پی نے اپنے دائیں باز و جیسے مددگار کی بات فوراً مان لی... اور آپ سے کہہ دیا کہ موقع ملتے ہی وہ اسے فون کر دیں... چنانچہ آپ نے فون کر دیا... منیر گمبوئی کے آدمیوں نے انہیں

جکڑ لیا... اور جنگل میں لے گئے... تاکہ دفن کر سکیں... آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کی... خود بھی جنگل میں پہنچ گئے... اور یہ رہا اس کا ثبوت۔"

یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے پیتل کا بٹن اپنی ہتھیلی کھول کر اس کے سامنے کر دیا...

انہوں نے دیکھا... اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں... انہیں یوں محسوس ہوا کہ اب وہ کبھی اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکے گا۔

☆☆☆